قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہٖ فصلیٰ — القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ
الرُّشد
لاہور

اکتوبر ۱۹۹۱ء

اسلامی انقلاب

اللہ ایسا قادر ہے جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اسلام دشمنی کے باوجود یوں لگتا ہے جیسے اُس نے امریکہ کی سرزمین کو اسلامی انقلاب کے لیے منتخب فرما لیا ہے۔ اُس ملک کے بڑے بڑے لوگوں کے دل کھول دیئے ہیں اور اسلام قبول کرنے کا شرف عطا کر دیا ہے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے اسلامی انقلاب بپا ہو کر رہے گا۔ ہمارے لیے یہی موقع ہے کہ ہم اسلامی انقلاب لانے والوں اور اس کا سبب بننے والوں کے صفِ اول میں شامل ہوں۔

(صفحہ ۴ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہوچکی ہیں

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگرِ مخدوم			۶

۲۵۰/- روپے فی کیسٹ مع ۱۰/- روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلیٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔

ناظم اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

جلد ۱۳ — شمارہ : ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ اکتوبر ۱۹۹۱ء

ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ

المرشد

لاہور

یکے از مطبوعات : ادارہ نقشبندیہ اویسیہ : دارالعرفان چکوال

فہرست مضامین

اداریہ	۳
اسلامی انقلاب	۴
مسلمانوں کا ادنیٰ طبقہ	۱۴
سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا	۲۱
ضروری ہدایت	۲۶
شریعت بل پاس ہو گیا	۲۹
خود آگاہی	۳۱
موت و حیات	۳۷
راہِ سلوک کے مسافر	۴۴

بدلِ اشتراک

فی پرچہ دس روپے، ششماہی ۵۵ روپے
چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے ۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال ۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ ۶۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ :- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر :- پروفیسر حافظ عبدالرزاق ، پرنٹر :- طیب جمال ، ریٹی گن روڈ لاہور

ماھنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر واشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

خوشامد کسی معاشرے کے لیے دیمک ہے۔

یہاں چھوٹے سے لے کر بڑے افسر تک سب ہی خوشامد کے مریض ہیں۔ ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق خوشامدیوں کے نرغے میں مصنوعی قسم کی افسرانہ زندگی گذار رہا ہے۔ اور سرکاری مراعات سے خوشامدیوں کو انعامات تقسیم کرتا رہتا ہے۔

چھوٹا افسر بڑے افسر کا خوشامدی ہے۔ بڑا افسر اپنے سے بڑے افسر کا۔ یہ سلسلہ ایک عام شہری سے چل کر وزیر اعظم اور صدر تک جا پہنچتا ہے۔ اور وزیر اعظم اور صدر دوسرے طاقتور ملکوں کی خوشامد میں دن رات مصروف رہتے ہیں۔

پیر ہے یا مولوی۔ وہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق مرید اور عقیدت مند خوشامدیوں کے گھیرے میں رہتے ہیں اور اپنے سے اوپر والوں کے خوشامدیوں میں شامل رہ کر دین کو اُن کے قصیدوں میں ڈھالتے رہتے ہیں۔

ریڈیو، ٹیلیویژن، اخبارات و رسالے سب حکمرانوں کی قصیدہ خوانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور خوشامدیوں کی ایک فوج ہر وقت حکمران کے زیر سایہ رہتی ہے جو اُس کے ہر غلط اور ناکارہ فیصلے اور فعل کو تاریخی کارنامہ کہہ کر اُس کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ حکمرانوں کے ذہن بھی اس قدر پست ہیں کہ وہ خود کو خوشامدیوں کے قصیدوں کا مستحق سمجھتے ہیں۔

اس پورے معاشرے کو خوشامدیوں کی دیمک اس حد تک چاٹ چکی ہے کہ اُس کی کوئی بھی شاخ سلامت نظر نہیں آتی۔ دین، اخلاق، تعلیم، باہمی تعلقات، رشتہ داریاں، یہاں تک کہ پورا نظامِ زندگی اور اس معاشرہ کا ہر فعل خوشامد پر قائم ہے۔ ایسے معاشرے کو ترقی پذیر یا تھرڈ ورلڈ کا نام دینا بھی خوشامدی الفاظ لگتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ ایک ایسا دیمک خوردہ درخت بن چکا ہے کہ پانی، کھاد اور گوڈی سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ نہ ہی اس میں سبز پتے اُگ سکتے ہیں۔ البتہ کسی بھی وقت معمولی سی آندھی اسے گرا کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی۔

تاج رحیم

اسلامی انقلاب

مولانا محمد اکرم اعوان

آپ جانتے ہیں قرآن حکیم تاریخ کی کتاب نہیں ہے نہ تاریخ اس کا موضوع ہے امم سابقہ یا انبیا علیہم السلام کا تذکرہ اگر آتا ہے یا کتب سابقہ کا آتا ہے تاریخی حوالہ اگر آتا ہے تو ہماری رہنمائی کیلئے ہوتا ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں کوئی بھی ایک قصہ تسلسل سے نہیں ملتا اس کے مختلف اجزا جس سے جہاں مثال دینا موزوں ہوتا ہے قرآن حکیم اسے وہاں بیان فرما دیتا ہے یہاں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرے کے بعد وہ بات ارشاد فرمائی جا رہی ہے جو اس ساری جدوجہد کا حاصل تھی اللہ جل شانہ کے نبی علیہ السلام کا بغیر کسی ظاہری سبب کے فرعون جیسی ظالم وجابر طاقت کے سامنے کھڑا ہو کر کلمہ حق بلند کرنا دعوت الی اللہ دینا ایک ظالم وجابر قوم کے سامنے مفلوک و بے کس و بے حال لوگوں کو کھڑا کرنا سمندروں کے راستے چھوڑنا پتھروں سے پانیوں کا نکلنا بادلوں کا سایہ کرنا آسمان سے پکے پکائے خوان ملنا اللہ کریم فرماتے ہیں یہ ساری ضمنی باتیں ہیں ان میں سے کوئی بات اس خصوصیت کی حامل نہیں جس خصوصی تعلق کا مطالبہ تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اس سے حاصل کیا ہو؟ یہ سارے واقعات بجائے خود ایک مقصد تک پہنچنے کا جس کیلئے اللہ کریم تمہیں لے جانا چاہتے ہیں اور فرمایا وہ مقصد ہے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کتاب عطا فرمائی اپنی طرف سے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ تحریر عطا فرمائی جو تمہارے اور اللہ کے درمیان تعلق کو قائم کرتی ہے اس موضوع کے تمام جتنے پہلو تھے۔ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اس کام کیلئے جتنے پہلو بنتے تھے ان سب پر وہ پوری تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے اور اس میں ہدایت بھی ہے رحمت بھی ہے لیکن حاصل کیا ہے اس ساری ہدایت کا اس ساری رحمت کا اس ساری کتاب کا اس سارے معاملے کا معجزات کے دیکھنے کا اللہ کے رسول علیہ السلام کے ساتھ ایمان کا ہجرت کرنے کا کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ان سب باتوں کا حاصل کیا ہے فرمایا

لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ان سب باتوں کا حاصل یہ ہے کہ نسل انسانی کو یا ان لوگوں کو اللہ سے ملنے پر یقین کامل ہو جائے انہیں یہ یقین ہو جائے کہ ہمیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے یہ وہ قیمتی دولت ہے جس کے لئے یہ ساری محنت کی گئی جس کے لئے نبی مبعوث ہوئے جس کے لئے کتابیں آئیں جس کے لئے معجزات کا ظہور ہوا جس کے لئے آسمان سے کھانے اترے جس کے لئے بادلوں نے سایہ کیا بنی اسرائیل پر جس غرض کیلئے سمندروں نے راستے چھوڑ دیئے جس غرض کیلئے فرعون کو غرق کیا گیا۔ وہ غرض یہ تھی کہ بندہ فرشتہ نہ بن جائے بندہ اللہ کی ذات کے ساتھ مل کر کوئی اللہ نہیں بن سکتا بندہ جانور بھی نہ بنے بندہ بندہ ہی رہے وہ کائے

بھی وہ پیئے بھی وہ سوئے بھی وہ جاگے بھی وہ کاروبار بھی کرے اس کے بیوی بچے بھی ہوں وہ ایک نارمل انسانی زندگی گزارے لیکن اس ساری زندگی اس ساری حیات میں اُسے ایک یقین کامل حاصل ہو جائے کہ مجھے اپنے پروردگار سے ملاقات کرنا ہے میرا سفر اللہ کی بارگاہ کی طرف ہے اور مجھے اس کے روبرو کھڑا ہونا ہے فرمایا یہ یقین جو ہے یہ تمہاری کامیابی کا ضامن ہے صرف یہ یقین تمہیں ان منزلوں سے آشنا کرے گا جو قرب الٰہی کہلاتی ہیں اور اگر یہ یقین حاصل نہ ہو سکا تو ساری محنت محض رسومات بن کر رہ جائے گی اسی پر بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا یہ سارا قصہ تم لوگوں کو اس لئے سنایا گیا۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ یہ میری کتاب ہے یہ ایک کتاب ہے اور یہ وہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ جسے ہم نے نازل کیا اور تمام تر برکات کے ساتھ نازل کیا جس کا ایک ایک زیر زبر اس کا ایک ایک جزم جو ہے یہ اپنی الگ الگ برکت رکھتا ہے اب بات تب بنتی ہے۔

فَاتَّبِعُوْهُ۔ کہ تم اس کی اطاعت کرلو تمہارا اطاعت کرنا جو ہے وہ تمہیں رحمت الٰہی کا مستحق بنا دے گا۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ کہ تم پر اللہ کا رحم ہو اللہ کی رحمت متوجہ ہو۔ اس میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں انبیاء علیہم السلام کا وجود عالی معجزات کا ظہور کتاب کا نزول دو باتوں کے لئے ہے ایک نبی علیہ السلام کی برکت سے نبی علیہ السلام کی صحبت سے نبی علیہ السلام کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے کتاب پر ایمان لانے سے ایک کیفیت پیدا ہو دل کے اندر آدمی کے نہاں خانہ دل میں ایک یقین پیدا ہو اور وہ یقین اتنا مضبوط ہو جائے کہ ہر حال میں اسے یہ اعتماد حاصل ہو جائے کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے یعنی یہ طے ہو جائے اس میں غلط فہمی نہ رہے کہ شاید ایسا ہو گا یا نہیں ہو گا پتہ نہیں اس میں کیا ہے کتنے فیصد امکان ہے یہ نہ رہے بلکہ اُسے یہ یقین ہو جائے کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے یہ یقین دو نتائج مرتب کرتا ہے ایک نتیجہ ہوتا ہے اتباعِ کتاب کا جب اسے یقین ہے کہ اللہ کے حضور جانا ہے تو پھر وہ اللہ کی کتاب ہی سے رہنمائی حاصل کرے گا حکم حاصل کریگا فیصلہ حاصل کرے گا۔ کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کس انداز میں کرنا ہے کیا نہیں کرنا اور کب نہیں کرنا دوسری بات یہ ہو گی کہ صرف اُسے یہ نصیب نہیں ہو گا بلکہ اس یقین کے ساتھ رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔

اور وہ زندگی جو کتاب پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے اس کیلئے سہل ہو جائے گی۔ رحمت سے مراد یہ ہے کہ اُسے آسانیاں نصیب ہو جائیں گی جو کام باہر کھڑے ہوئے بہت مشکل نظر آتا تھا وہ اندر آکر بہت زیادہ آسان نظر آنے لگے گا۔

اس میں دو حصے ہیں ایک حصہ دونوں آیات میں ان ہستیوں کا تذکرہ ہے جو صاحب کتاب ہیں اگر اللہ کریم نے کتاب نازل فرمائی تھی تو جو ایک موسیٰ علیہ السلام کو بات سنوا سکتا ہے وہ سارے بنی اسرائیل کو بھی سنوا سکتا ہے جو ایک نبی کریمؐ کو کتاب دے سکتا ہے وہ ساری امت کو بھی دے سکتا ہے بیت اللہ میں کتاب رکھوا دیتا کہتا پڑھ لو ایسا نہیں ہوا کتاب اللہ کی ہمیشہ ایک خاص ہستی کو عطا ہوئی اور وہ ہستی نبیؑ ہوتا ہے آپ جانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو معصوم مانا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام سے خطا کا امکان نہیں ہے اسی لئے کہ اللہ جل شانہٗ سے اللہ کا کلام براہ راست سننے کے لئے وہ پاکیزگی اور لطافت کا وہ درجہ طہارت کا وہ بلند مقام چاہیئے جس پر فرشتہ براہ راست احکام باری نہیں سنتا فرشتے کو مکالمہ الٰہی حاصل نہیں ہوتا الہام والقا کے ذریعے اس تک بات پہنچتی ہے براہ راست رب کریم سے ہم کلام ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تو گویا ہم کلامی یا حصول کتاب کے لئے وہ پاکیزگی وہ لطافت وہ

طہارت اور لطافت کا وہ درجہ چاہیئے جس پر فرشتے بھی نہ پہنچ سکیں اور وہ درجہ نبوت کہلاتا ہے اس لئے رب جلیل سے صرف نبی وصول کرتا ہے۔

لیکن نبی کے دو پہلو ہوتے ہیں اس ساری لطافت کے ساتھ وہ انسان بھی ہوتا ہے اور اس میں تمام انسانی خصوصیات موجود ہوتی ہیں لہذا جب وہ اس بارگاہ سے واپس پلٹتا ہے تو وہ عام انسانی سطح پر آکر عام انسانوں کو بات پہنچاتا ہے انسان کو انسان سے سننے کیلئے صرف انسانیت کی ضرورت ہوتی ہے اگر انسان میں انسانی خصوصیات جو انسان ہونے کے لئے ضروری ہیں موجود ہوں تو نبی علیہ السلام سے مستفید ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اوصاف بھی کھو دے تو جیسا قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ان کے وجود انسانی ہیں قد و قامت انسانی ہے چہرے انسانی ہیں حقیقتاً اولئک کالانعام - یہ چوپاؤں کی طرح ہو چکے ہیں یہ انسانی اوصاف سے عاری ہو چکے ہیں۔ بل ھم اضل - بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں کہ چوپایہ بھی کسی وقت مالک کی بات سن لیتا ہے یا جھڑکنے سے رک جاتا ہے یا بلانے سے واپس آجاتا ہے یہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں یعنی جب انسانی اوصاف کسی وجود سے منفی ہو جاتے ہیں تو پھر اس پر نبی علیہ السلام کے کلام کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

انسانی اوصاف میں بنیاد ہے کہ اور کسی مخلوق کو یہ توفیق نہیں ہوئی جو انسان کو دی گئی اور وہ ہے انسان کی قوت فیصلہ ساری کائنات کا ہر ذرہ اللہ کے حکم کے تابع ہے لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ۔ لیکن ساری کائنات میں کسی میں یہ شعور نہیں ہے کہ وہ ذات کیسی ہے یا میں اس ذات کے حکم کی اطاعت کروں حکم سے آگے حاکم کی طرف نگاہ اٹھانے کا حوصلہ ہی مخلوق میں نہیں ہے۔ مخلوق کا کام حکم کی تابعداری ہے اور وہ حکم اتنا مضبوط ہے مخلوق کے لئے کہ وہ اس سے نکل سکتی ہی نہیں حاکم تک جانے کا سوچ نہیں سکتی انسانی زندگی کا بھی بیشتر عمل جو ہے وہ اسی تقدیر کے دھارے کے تابع ہے پیدا ہونا شکل کا بننا مرد کا عورت کا بننا بیٹا بیٹی کا ہونا اس کی ذہنی استعداد کا بننا اس کی سماعت اس کی بصارت ان قوتوں کا بننا وہ کتنی تیز ہیں کمزور ہیں اچھی ہیں بری ہیں رنگ گورا ہے کالا ہے قد کاٹھ کیسا ہے نقوش کیسے ہیں کتنی عمر پائے گا. زبان کیسی ہے ذہنی استعداد کتنی ہے کتنا پڑھے لکھے گا. اس کی روزی کیسی ہوگی یہ ساری باتیں ان سے انسان کا کوئی سروکار نہیں یہ ساری باتیں اس حکم کی مد میں آتی ہیں۔

انسان کو ایک فکر عطا کی گئی ایک شعور بخشا گیا وہ شعور ایک عجیب جذبہ ہے کہ یہ اس ذات کے بارے سوچتا ہے وہ کون ہے وہ کہاں ہے باقی کوئی مخلوق نہیں سوچتی صرف حکم کی اطاعت کرتی ہے یہ حاکم کے بارے فوراً سوچتا ہے اللہ ہے اگر ہے تو کہاں ہے کیسا ہے اس شعور کا جواب رب جلیل نے اپنی ذات کو عیاں کر کے اپنی کتابوں کے ذریعے اپنے نبیوں کے ذریعے اپنے رسولوں کے ذریعے عطا فرمایا اب انسان کے پاس فیصلہ ہے یہی کچھ وہ کر سکتا ہے وہ فیصلہ یہ ہے کہ کیا اسے اللہ کی طرف سفر کرنا ہے یا اسے اس کی ضرورت نہیں ہے بظاہر تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کی طرف چلنا ہے میں اللہ کا طالب ہوں میں اللہ کا جمال حاصل کرنا چاہتا ہوں اللہ کا قرب چاہتا ہوں اللہ کی اطاعت کرونگا لیکن یہ صرف کہہ دیتے ہیں اور بظاہر اس پر سارے اسلامی احکام نافذ ہوتے ہیں اور اسلامی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں لیکن جب معاملہ فیصلے کا آئے گا۔ تو دیکھا یہ جائے گا کہ یہ کہنا دل کا تھا یا زبان کا دنیا میں کوئی نہیں ہم پرکھتے۔ دنیا میں زبان سے کہہ دیا مانا گیا تمام اسلامی حقوق حاصل ہو گئے لیکن جب انصاف کا دن آئے گا تو زبانی کہنے کی بات نہیں رہیگی بلکہ دل چیر کر سامنے رکھا جائیگا کہ کیا تیرے دل نے ہاں کہی تھی۔

جو چیزیں بہت قریب ہوں دل ان پر جلدی فدا ہو جاتا ہے یہ کہہ دینا بڑا آسان ہے کہ دنیا فضول سی چیز ہے دنیا میں کیا رکھا ہے دنیا فضول چیز نہیں ہے۔ دنیا اتنی خوبصورت اتنی لذیذ اتنی مزیدار ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے اس لئے کہ دنیا اس نے بنائی ہے جس کے جمال کے ہم طالب ہوتے ہیں۔ اس کی صنعت ہے دنیا کو اس نے ستاروں سے سجا کر نہیں پھینک دی اس کی اپنی صنعت ہے اس میں اس نے حسن سمویا ہے اس میں اس نے لذت رکھی ہے اس میں اس نے شیرینی رکھی ہے اور اتنی حسین بنائی ہے کہ اسے اپنے مقابلے پر لا رکھا ہے کہ دیکھیں انسان کیا فیصلہ کرتا ہے میری طرف پلٹتا ہے یا ادھر جاتا ہے اب جو حسن انسان کو جمال باری تک سے گمراہ کر دیتا ہے۔ وہ کوئی کم درجے کا حسن تو نہیں ہے یہ تو جہالت ہے کہہ دینا کہ جی دنیا میں کیا رکھا ہے دنیا میں تو اتنی لذت ہے کہ ہم شمار نہیں کر سکتے اور کوئی بڑے سے بڑا پارسا بڑے سے بڑا ولی اس سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کی نگاہ جمال باری پہ پڑ جائے کوئی انسان اپنی علمیت کا دعویٰ کر سکتا ہے ولدیت کا دعویٰ کر سکتا ہے حکومت و سلطنت کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن آپ گدا کی جھونپڑی سے لیکر شہنشاہ کے محل تک جا کر دیکھیں ہر فرد دنیا کا دیوانہ ہے وہ مانتا ہے یا نہیں مانتا لیکن شب و روز دنیا کی ایک ایک لذت کیلئے انسان تڑپتے تڑپتے جان دے دیتا ہے لوگ ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہیں ڈاکے ڈالتے ہیں ظلم کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں یہ سب کچھ دنیا حاصل کرنے کیلئے دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کیلئے ملک ملکوں کو روند ڈالتے ہیں حکومتیں حکومتوں کو تباہ کر دیتی ہیں دنیا پر آگ برسانا شروع کر دیتی ہیں کیوں؟ دنیاوی راحتیں دنیاوی لذتیں لینے کیلئے یہ اتنی کمزور چیز تو نہیں ہے تو پھر یہ چھوٹتی یا اس کے سحر سے آدمی آزاد کیسے ہوتا ہے عجیب بات ہے کہ اُسے اس دنیا میں جینا بھی ہے اس سے کھانا اور پینا بھی ہے اس میں رہنا بھی ہے آرام بھی کرنا ہے اور پھر وہ اس کے قابو میں بھی نہ آئے۔ کیا بنیاد چاہیئے اُسے وہ بنیاد بنتی ہے اس آیت نے بتائی لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ انہیں بقائے باری کا شعور اور یقین حاصل ہوتا ہے ان کی نگاہ جمال باری پر پڑ جائے خود اُسی کی ذات کی تجلیات پہ نگاہ پڑ جائے تو جو لذت ایک پل ان تجلیات کو دیکھنے میں ہے وہ دنیا میں ہزاروں برس لذتیں حاصل کرنے میں نہیں ہے پھر وہ آدمی از خود اس طرف پھر جاتا ہے اور یہ حاصل ہوتی ہے نبی علیہ السلام کی وساطت سے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے دل سے یہ فیصلہ کرلے کہ میں اپنے قلب کو نبی علیہ السلام کے قلب سے پیوستہ کرتا ہوں صوفیاء کے نزدیک ہر ایمان لانے والے کے دل میں ایک نور کی تار پیدا ہو جاتی ہے جو قلب اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پاتی ہے اب یہ اس کی لذت سے آشنا ہوتا ہے اسے جوں جوں بڑھاتا ہے مزید قریب ہوتا ہے اپنے عمل میں اپنی فکر میں اپنے فیصلوں میں تو وہ تار رسہ بنتی ہے رسے سے نہر بن سکتی ہے نہر سے دریا بن سکتا ہے اور اپنی فکری اور عملی زندگی میں جوں جوں وہ دور جاتا ہے تو پھر وہ کمزور ہوتے ہوتے آخر ٹوٹ بھی جاتی ہے جب ٹوٹتی ہے تو آدمی وہی ہوتا ہے لیکن عقیدہ بدل لیتا ہے آج کے زمانے میں ایک گھر میں دس عقیدے ہیں باپ کا الگ ہے بیٹے کا الگ ہے یہ ٹوٹی ہوئی تاروں کا فساد ہے جو بھی پتنگ اپنی ڈور تڑا بیٹھتی ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی انسان کے ہاتھ پہ ہی اٹکے وہ کسی بجلی کے پول سے بھی اٹک سکتی ہے کسی درخت سے بھی الجھ سکتی ہے کسی صحرا میں بھی گر سکتی ہے تو یہ ٹوٹی ہوئی پتنگیں ہیں ایک آدمی اچھے بھلے دینی گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور وہ بڑا ہوتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ کیوں وہ رشتہ جو قلب کا قلب

اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا عدم اطاعت نے بداعتمادی پیدا کی بداعتمادی اور عدم یقین نے اس تار کو توڑ دیا اور یہ ٹوٹی ہوئی پتنگ ہے کوئی اسے اُچک لے جس کے ہاتھ چڑھ گئی جو اسے مل گیا جس نے اسے باتوں میں لگا لیا وہ اس کا عقیدہ بنالے۔

نبی علیہ السلام تو روشنی کا مینار ہوتا ہے اور پوری امت کو اس سے روشنی حاصل کرنا ہوتی ہے لیکن نبی علیہ السلام دنیوی حیات کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ نہیں رہتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے چشم عالم سے پردہ فرمایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات باقی۔ میں حیات النبی کے مسئلے پہ بات نہیں کر رہا وہ ایک الگ موضوع ہے میں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ بات کر رہا ہوں تو اب وہ برکات جو ہیں وہ کیسے پہنچیں گی لوگوں تک؟ لوگوں کو کیسے تبدیل کریں گی؟ کیا ہر شخص کتاب کے مطالعے سے بدل جائے گا؟ کیا ہر شخص بکنے والے کی تقریر سے بدل جائے گا؟ یا اس کے لئے کوئی اور ذریعہ بھی ہے؟ تو انتہائی پہلے دنوں سے ہی دونوں طرح کے لوگ وجود میں آ گئے ایک وہ لوگ جن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچے انہوں نے ایمان قبول کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہ پہنچ سکے لیکن وہ بہت اچھے مسلمان بنے دوسرے وہ لوگ جنہیں ایمان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی نصیب ہوئی وہ صرف اچھے مسلمان نہیں وہ صحابی بن گئے۔ کتاب کو سننے میں کتاب کو پڑھنے میں کتاب کو ماننے میں کتاب پر عمل کرنے میں دونوں فریق برابر ہیں نمازیں دونوں پر ایک جیسی فرض حج دونوں پر ایک جیسا فرض جہاد عبادات رمضان زکوٰۃ فرائض واجبات سب کا ایک جیسے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روبرو ملنے اور نہ ملنے میں صحابی اور غیر صحابی کا فرق پیدا کر دیا۔ صحابی سے مراد ہے کہ قلبی کیفیات کے لحاظ سے ایمانیات اعتقادیات سے لے کر اعمال و کردار تک ورع و تقویٰ تک خشوع و خضوع تک ساری اس مخلوق سے افضل جو صحابی نہیں ہے نبی علیہ السلام کے بعد افضل ترین انسان صحابی ہے یہ فضیلت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہونے سے مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تجلیات باری ہیں نور نبوت ہے وہاں نبیؐ کی ذات میں وہ بدرجہ اتم ہوتا ہے جو روبرو آتا ہے وہ ایک دم سے روشنی کے آلاؤ میں آ جاتا ہے اور جو روبرو نہیں آتا اسے جو یقین یا جو ایمان نصیب ہوتا ہے اس درجے کا نہیں ہوتا جو اسے ہوتا ہے جو سامنے آ جاتا ہے اعمال دونوں ایک سے کرتے ہیں عقیدہ دونوں کا ایک سا ہوتا ہے لیکن اس عقیدے کی گہرائی اور گیرائی میں بہت بڑا فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

یہی جمال صحابہ میں رہا صحابہ سے تابعین میں تبع تابعین میں اور ہمیشہ امت میں ایک طبقہ اولوالعزم لوگوں کا اللہ کریم رکھتے ہیں جو متقدمین سے یہ نور حاصل کرتے ہیں اور آنے والوں کو ودیعت کرتے ہیں اس میں اب دو حصے ہوتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ جس شخص کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایسا ہے اور جسے ہم شیخ یا استاد بناتے ہیں اس میں واقعی وہ خصوصیت ہونی چاہیئے اس کا کیسے پتہ چلے؟ ہر آدمی دعویٰ کرتا ہے تو میرے خیال میں یہ بڑا آسان ہے۔ جیسے ہر ڈاکٹر کہتا ہے میں بہت اچھا ڈاکٹر ہوں لیکن ہم دیکھتے یہ ہیں کہ کتنے مریض اس کے پاس جا کر شفایاب ہوئے ہمارے پاس معیار یہ ہوتا ہے کہ کون سے ڈاکٹر کے پاس کتنے لوگوں کو شفا ہوئی اس کے پاس جانا چاہیئے اگرچہ کچھ لوگ مر بھی گئے ہونگے کچھ ٹھیک نہ بھی ہوں گے لیکن اگر اس کے پاس سو آدمی گئے ہوں تو اسی نوے تو ٹھیک ہوں۔ اگر کوئی کہتا ہے شیخ ہوں تو اس کے پاس جانے والوں کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے تو اگر تو کسی کی زندگی پہلے بدلی ہے کسی کا دل روشن ہوا ہے کسی کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو بات ٹھیک ہے پھر اگر دوسروں کو وہاں سے فائدہ پہنچ رہا

ہے تو پھر بات جانے والے کی طرف پلٹ جاتی ہے کہ اسے کس درجے کا فائدہ ہو رہا ہے کس درجے کا ہونا چاہیئے اور اگر نہیں ہو رہا تو قصور کہاں ہے۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال قرآن میں اللہ نے سورج کی دی ہے روشن چراغ کی دی ہے وہ چراغ جو روشنیاں بانٹتا ہے شیخ بھی وہی دولت حاصل کر کے بہ نیابت نبی علیہ السلام اُسے بانٹنے پہ مقرر ہوتا ہے اس میں فرق نہیں رکھتا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ اس میں فرق کرے کسی سے روک لے اور کسی کو دے دے اس کا اپنا مال نہیں ہے اس کی اپنی جاگیر نہیں ہے اس کا صرف یہ تصرف ہے وہ امین ہے نبی علیہ السلام کی طرف سے اس نور کا جو اصل میں تجلیات باری ہیں جو اصل میں نور نبوت ہیں اور یہ شخص امین ہے اس کا کہ جو بھی اس تک پہنچے وہ دولت اس کے لئے اس کا دروازہ کھول دے اب لینے کیلئے لینے والے کا جو اپنا اندرونی سسٹم جو اس میں فٹ کیا گیا ہے اسے کس حد تک صحیح کیا ہے کتنا سیدھا کیا ہے سیدھا سے مراد اس کا وہی صحیح فیصلہ ہے جو وہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کے حضور کرتا ہے کہ مجھے صرف دُنیا چاہیئے یا مجھے اللہ کی دُنیا میں رہنا ہے دنیا چھوڑنی ہرگز نہیں ہے یا تو اسے دنیا میں خود دنیا کا حاکم اپنے آپ کو تصور کر کے رہنا ہے یا اپنی مرضی سے رہنا ہے یا پھر دنیا کو اللہ کی دنیا سمجھ کر اللہ کا بندہ بن کر رہنا ہے یہ فیصلہ ہر شخص کا ذاتی ہے جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنا اس پہ اثر مرتب ہوتا ہے اس کی ایک مثال آپ کو بتاؤں۔

پچھلے سال جب ہم برطانیہ گئے تھے تو ہمارے واپس آنے کے بعد مجھے ایک خاتون کا خط آیا لکھا تھا "میں تو تصوف میں بڑی دلچسپی رکھتی ہوں میں یہ حاصل کرنا چاہتی ہوں آپ یہاں آئے اور چلے بھی گئے مجھے بعد میں پتہ چلا اب میں کیا کروں؟" اُسے اسلام سے یا اسلام کی خصوصیات سے دلچسپی اس لئے تھی کہ اس کا خیال تھا کہ "یہ تصوف کوئی عجیب و غریب چیز ہے اس میں کوئی اندر کی دنیا ہوتی ہے اس میں کوئی روشنی ہوتی ہے کچھ چیزیں نظر آتی ہیں کچھ مستقبل کا کچھ ماضی کا پتہ چلتا ہے انسان کیا ہے کہاں سے آیا کہاں جائے گا۔ تو یہ بڑا دلچسپ مضمون ہے مجھے یہ حاصل کرنا چاہیئے۔"

میں نے اسے وہاں کے ساتھیوں کا پتہ لکھا کہ طریقہ ذکر سیکھو اور ذکر کرتی رہا کرو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ بغیر اسلام قبول کیے اس نے ذکر کرنا شروع کیا لیکن اس پہ محنت کرتی رہی پڑھی لکھی خاتون تھی پانچ چھ زبانوں میں ماسٹر کی ڈگری ہے اس کی اور وہ ایک فرم میں بہت بڑی افسر ہے ایک جہاندیدہ خاتون تھی پڑھی لکھی تھی چونکہ اس نے اپنی مرضی سے فیصلہ کیا تھا تو وہ اس پہ محنت کرتی رہی ہیں اس دفعہ گیا تو وہ ملنے کے لئے آئی کہنے لگی کہ اس ذکر نے مجھے بالکل بدل دیا ہے میں سمجھتی ہوں میں اب بالکل دوسرا انسان ہوں اس لئے کہ میں جب سے ذکر کرتی ہوں تب سے میں حرام گوشت نہیں کھا سکی میں دیوانوں کی طرح مسلمانوں کا حلال ذبیحہ تلاش کر کے لاتی ہوں باقی باتوں کو رہنے دیجئے وہ کہنے لگی مجھ سے ذکر نے سگریٹ چھڑوا دی ہے باقی پینے پلانے کی تو بات ہی دور کی میں چاہتی ہوں کہ پیوں لیکن مجھے وہ مزا نہیں آتا۔ اس لئے میں نے چھوڑ دی اس طرح بے شمار ایسی چیزیں تھیں جو میری زندگی کا حصہ تھیں جیسے کلب میں جانا یا دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرنا ہوٹلوں میں بیٹھنا یہ زندگی کا ایک حصہ تھیں اور اسی کیلئے ہم پیسے کماتے ہیں۔ عجیب بات ہے وہ ساری چیزیں چھوڑ دیں اور الگ بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا کام اپنا کرنا اور واپس آ کر اللہ اللہ کرنا۔ یہ مجھے ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ بن کیا رہا ہے۔ میں نے کہا بی بی یہ تو میں نہیں جانتا تیرے ساتھ کیا ہو رہا ہے ہم تو اللہ اللہ بھی کرتے ہیں اور سارے کام بھی کرتے ہیں ساری برائیاں بھی ہم میں موجود ہیں پتہ نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں تو یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا بہر حال تمہارے ساتھ کچھ ہو رہا ہے تو کر دور دیکھتی رہو آگے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم اس دفعہ امریکہ سے واپس پلٹ رہے تھے تو ملاقات ہوئی کہنے

لگی کہ میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں میں نے کہا تم اس لئے مسلمان ہونا چاہتی ہو کہ مسلمان ہو کر تمہیں مشاہدات اور کشف مل جائے گا۔ یا مسلمان ہو کر تمہیں عجیب و غریب چیزیں تصوف میں مل جائیں گی تو اسلام تمہیں قبول نہیں کرے گا۔

اسلام ایک سادہ سا فیصلہ ہے اللہ کے ساتھ تعلق بنانے کے لئے اللہ کو پانے کیلئے اللہ کے قریب جانے کیلئے مجھے اسلام اس لئے اپنانا ہے کہ یہ اللہ کا دین ہے اور یہ ایک سچائی ہے اسے اپنانے کے بعد بھوک آئے پیاس آئے کشف بند ہو جائے دولتمندی جاتی رہے صحت جاتی رہے بیماری آجائے یہ کوئی شرط نہیں ہے کوئی آئے کوئی جائے کچھ ہو کچھ نہ ہو یہ ایک فیصلہ ہے کہ تمہیں اللہ کا بندہ بننا ہے یا نہیں یہ سچائی ہے یا نہیں اگر یہ سچائی ہے تو ہر آن میں ماننی ہے ہمیں تکلیف آئے یا آرام آئے اگر سچائی نہیں ہے تو پھر اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ایک دن اور میں نے چھوڑ دیا لیکن دوسرے دن اس نے اصرار کر کے کلمہ پڑھا۔ پھر دن بھر وہاں رہی کچھ نماز کچھ روزہ احکام کچھ وضو کے طریقے سیکھتی رہی ساتھیوں کی میں نے ڈیوٹی لگائی کہ انہیں سکھاتے رہیں۔ تو یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اگر کوئی کافر بھی اس خلوص سے اللہ کا نام لینا شروع کرتا ہے کہ مجھے یہ نام لینا ہے کہ یہ میرا مالک ہے تو اس کے اندر یہ اتنی تبدیلیاں پیدا کرتا ہے اُسے کفر سے لا کر اسلام کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ کافر مسلمان نہیں ہوا لیکن وہ حرام نہیں کھانا چاہتا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک آدمی مسلمان نہیں ہوا لیکن وہ واہیات اور خرافات مجالس میں نہیں جانا چاہتا وہ بازاری کھانا نہیں کھانا چاہتا کیوں وہ جھوٹ نہیں بولنا چاہتا اس کا مطلب ہے کہ یہ وہ تبدیلیاں کرتا ہے اور اگر یہ تبدیلیاں کرتا ہے تو ہمیں بیس بیس برس ہو گئے ذکر کرتے ہمارے اندر کیوں نہیں ہوتیں ہم کیوں نہیں بدلتے ہم کیوں ویسے کے ویسے رہتے ہیں۔ ہمارا کیوں کام چوری کو جی چاہتا ہے ہم کیوں حرام حلال میں تمیز نہیں کرتے ہم کیوں جھوٹ بولتے ہیں اس کا صرف ایک مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم نے تنہائی میں وہ جو فیصلہ کیا جانا چاہیئے تھا وہ ابھی کیا نہیں، دیکھا دیکھی ہمارے گلے ایک رسم پڑ گئی کسی بھائی کو دوست کو دیکھا کسی نے سمجھا اس سے بیماری میں شفا ہو گی کسی نے سمجھا اللہ اللہ کرنے سے قرض اتر جائے گا کسی نے سمجھا کوئی اور دنیوی مدد مل جائے گی یہ ساری ضمنی باتیں ہیں جو ہمارے فیصلے کو حتمی اور یقینی نہیں بننے دیتیں۔ اور مشروط فیصلے رب جلیل قبول نہیں فرماتے مشروط بات وہ مانتا ہے جو اپنے سے کمزور ہو بات منوانے کے لئے آپ مشروط بات اس سے کر سکتے ہیں جو درجے میں آپ سے کم تر ہو جو آپ سے اعلیٰ ہو گا وہ آپ کی شرائط نہیں مانے گا۔ بلکہ وہ اپنی شرائط منوائے گا۔ تو ہم جب مشروط اسلام لاتے ہیں مشروط ذکر کرتے ہیں مشروط طور پر داخل ہوتے ہیں کہ یہ کرنے سے میری صحت ٹھیک ہو گی یا میری غربت چلی جائے گی یا مجھے مکاشفات ہو جائیں گے۔ مجھے مشاہدات ہو جائیں گے تو رب جلیل اس بات کو قبول نہیں فرماتے اُسے ہمارا مشروط اسلام نہیں چاہیئے دونوں ہاتھ کھڑے کر کے حاضر ہونا کہ سب کچھ تیرا ہے حتیٰ کہ میں بھی، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے بلکہ میں خود بھی نہیں ہوں۔

میں نے تو یہ دیکھا کہ اگر کافر پہ یہ اتنا اثر کرتا ہے تو مومن پہ کتنا اثر ہونا چاہیئے ہمیں اللہ نے یہ ملک دیا نصف صدی ہو گئی ہے ہم نے لاکھوں جانیں اس وقت دیں اور اب تک ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے اور تب سے اب تک گذشتہ نصف صدی میں اس وجہ سے قتل ہوتے چلے آرہے ہیں کہ یہ ملک تقسیم ہو گیا ہے جنگیں ہوئیں اس میں فسادات ہوئے اس میں مشرقی پاکستان کا سانحہ ہوا اس میں ہندوستان کے روز مرہ فسادات کو آپ شمار کریں تو وہ تعداد کروڑوں تک جا پہنچی ہے اتنی بڑی بھاری قیمت دینے کے بعد پچاس برسوں میں ہم عمل اسی قانون پر

کر رہے ہیں جو تقسیم سے پہلے انگریز نے بنایا تھا یعنی اگر ہمیں جیسا تھا ویسا ہی ہم نے رہنا تھا صورت حال نے اس طرح رہنا تھا تو کروڑوں انسان جن کی گردنوں پر چھری پھر گئی وہ کس کھاتے میں جائیں گے۔ ان کا قتل کس کی گردن پر سوار ہو گا یوم حشر کون جواب دے گا ان کے قتل عام کا۔ کون ذمہ دار ہو گا۔ پھر تو جیسے لوگ تھے ویسے رہنے چاہئیں تھے۔ پھر یہ افراتفری یہ قتل و غارت یہ تباہی یہ تقسیم یہ لوگوں کا گھر چھوڑ کر ملک چھوڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ شفٹ ہونے کا ہجرت کا یہ فائدہ کیا ہوا؟ پھر اس کے ساتھ ہمیں نصف صدی ہو گئی علماء کو بھی سیاستدانوں کو بھی پیروں کو بھی یہ مطالبہ کرتے ہوئے کہ اسلام نافذ کرو اسلام نافذ کرو اسلام نافذ کرو سیاستدانوں کو بھی وعدے کرتے کرتے چوتھی پشت آ گئی سیاست میں کہ اسلام بھی نافذ کریں گے یہ اب چوتھی پشت چل رہی ہے جو ہمارے سامنے ہے تقسیم ملک کے بعد نہ انہوں نے کیا نہ ہم کروا سکے اس لئے کہ نہ ہم مخلص تھے نہ وہ۔

اسلام کا نام پیر نے لیا اپنے مفاد کے لئے، مولوی نے لیا اپنی لذت کے لئے سیاستدان نے لیا اپنی حکومت کیلئے، اور ہم سب مشروط اسلام کے مسلمان رہے کہ مسلمان تب ہوں جب ہمیں پیسے بھی ملیں میں مسلمان تب ہوں جب مجھے عہدہ بھی ملے میں مسلمان تب ہوں حکومت میری ہو ورنہ کوئی دلچسپی نہیں۔

رب جلیل کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسی ہستی سے آشنا کر دیا جس نے ہمیں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نوازا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ کریم نے یہ ایک ایسا سلسلہ ذکر عطا فرمایا ہمیں جو اس وقت جاپان سے لیکر لاس اینجلس تک اور چین سے لیکر افریقہ تک پوری روئے زمین پر ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں اس کی برکات موجود ہیں اور دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں روئے زمین پر متعدد جگہوں پر اس سلسلے کے لوگ اللہ کی یاد میں مصروف نہ ہوں اس سارے ذکر کا حاصل کیا ہوا ہمیں وہی جو اس انگریز خاتون نے کہا تھا کہ پھر اس کا حاصل یہی ہونا چاہیئے کہ ہر ناپسندیدہ چیز ہمارے لئے واقعی ناپسندیدہ ہو جانی چاہیئے ہر مکروہ ہر حرام ہمیں واقعی حرام لگنا چاہیئے کڑوا لگنا چاہیئے اس میں ہمارے لئے کشش اور لذت نہیں رہنی چاہیئے۔ اور ہر جائز اور حلال چیز ہمارے لئے پرکشش ہو جانی چاہیئے خواہ وہ مشکل ہو خواہ وہ دشوار ہو لیکن ہمارے لئے اس میں لذت ہونی چاہیئے اور یہی اس کی برکات ہیں۔

تو اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر واقعی خلوص سے اللہ کو اللہ کے دین کو ہم نے پسند کر لیا اللہ کا ذکر اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں تو پھر جہاں تک ہمیں حکومت آزادی دیتی ہے جہاں تک ہمیں ملکی قانون اجازت دیتا ہے کم از کم وہاں تک تو ہم اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کریں اور اگر ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے تو میرے خیال میں ہم اپنے آپ کے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں ہم اپنے کو خوش رکھے ہوئے ہیں جنت ملے گی ہمیں اللہ کا انعام ملے گا۔ اور ہم راستے دوسرے پر چل رہے ہیں اگر ہم اللہ کے قانون کو نہیں اپنا سکتے تو اللہ کی نعمتیں جو ہیں ان کی توقع رکھنا ہمارے لئے اس کا صحیح جواز پیدا نہیں ہوتا۔ تو اس غرض کے لیے میں نے احباب سے گذارش کی تھی کہ جو لوگ جماعت سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں وہ یہ طے کر لیں کہ کیا وہ اس قانون کے اندر رہ سکتے ہیں جو اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرما دیا ہے تو اس جماعت میں رہنے کی شرط یہی ہے کہ ہم اس قانون کے اندر رہیں حکومت ہمیں کچھ نہیں کہتی اگر ہم اپنے معاملات کا تصفیہ عدالت میں جانے کی بجائے کسی عالم سے کسی فقہی صاحب سے فتویٰ لے کر طے کر لیں تو حکومت تو خوش ہوتی ہے وہ خود کہتی ہے ثالثی عدالتیں بناؤ اور آپس میں فیصلے کر لو تو جہاں تک نماز پڑھ لینے کا تعلق ہے روزہ رکھ لینے کا تعلق ہے یہ کوئی اتنے مشکل کام نہیں ہیں اگرچہ یہ بھی مشکل ہیں لیکن اتنے مشکل نہیں جتنے

معاملات مشکل ہیں اگر کسی سے لینے دینے کا جھگڑا ہو کسی کے ساتھ جائیداد کا جھگڑا ہو یا کسی کے ساتھ تو تو میں میں ہو جائے تو جتنا مشکل اس کو لے کر جاتا ہے ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ میں سفارش کراؤں میں رشوت دوں گا میں فلاں قانون کا سہارا لوں گا۔ اسے تباہ کر دوں گا لیکن اگر ان معاملات کو بھی ہم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئیں تو ہمیں آخر اس کی بارگاہ میں جانا ہے ہم اسی سے فیصلہ لیں اور اسی کے مطابق عمل کریں۔ تو میرے خیال میں یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ ذکر الٰہی کی برکات ہم پر مرتب ہو رہی ہیں۔ اور ہم پر اللہ کی رحمت ہو رہی ہے اس رحمت سے ہمیں حصہ مل رہا ہے جس کا وعدہ ہے اور اگر وہ ہمیں پسند نہیں آتیں یا ہم اُسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں تو میرے خیال میں پھر ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ میرے فیصلے میں کہاں کمی ہے میں اُسے درست کروں تو چونکہ اللہ کو چھوڑ کر تو کوئی کہیں نہیں جا سکتا چھوڑنے والا تو راستہ نہیں ہے پھر اس بات پہ سوچنا ہو گا کہ کہاں میرے فیصلے میں کمی ہے اس فیصلے کو صحیح کروں تاکہ میں اس طرف پہنچ سکوں۔

الاخوان کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے طور پر ہر ضلع میں اپنے ساتھیوں کے ہر حلقے میں کوئی ایسا عالم تلاش کریں جو واقعی شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہماری رہنمائی کر سکے اور ہم ملک پر نہ سہی اپنے اس باڈی سٹرکچر پر اپنے وجود پر یا اپنے دائرہ اختیار کے اندر اپنے خاندان اپنے گھر پر تو اسلام کو نافذ کریں عین ممکن ہے کہ چند لوگ اپنے آپ پر اپنے گھروں پر اسلام نافذ کریں تو وہ اس لشکر کا ہراول دستہ ثابت ہوں جو اس زمین پر اس کائنات پر نافذ کرنے کا سبب بن جائے بارش میں کبھی آسمان سے دریا نہیں گرتے ایک قطرہ ٹپکتا ہے پھر ایک ٹپکتا ہے وہ قطرہ قطرہ ٹپکتے ہوئے جل تھل کر دیتا ہے کسی بھی کام کسی بھی انقلاب میں کوئی طوفان نہیں آتا ہر انقلاب ایک آدمی سے شروع ہوتا ہے ایک سے دو، دو سے چار، دو سے دس آخر وہ ایک طوفان بن جاتا ہے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر ٹپکنے والا قطرہ اپنے پیچھے بے شمار بارش ہی لے آئے بعض اوقات وہ اکیلا قطرہ دس پانچ قطرے زمین میں جذب ہو کر ختم ہو جاتے ہیں لیکن بظاہر ختم ہوتے ہیں وہ ختم نہیں ہوتے وہ آنیوالوں کی نوید سنا جاتے ہیں کہ انتظار کرو پیچھے کوئی آ بھی رہا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم کچھ بھی نہ کر پائیں صرف اپنے تک محدود رہیں اور ہم زیر زمین چلے جائیں لیکن ہمارا یہ اقدام خالی نہیں جائے گا۔ آنے والی نسل اس کے بعد آنیوالی نسل کوئی نہ کوئی اس کی خانہ پری کر کے چھوڑے گا۔

تیسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اس قسم کی باتیں میں بہت کم کیا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے اسلامی انقلاب بپا ہو کر رہے گا۔ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا خواہ کفار کو وہ بات کتنی ناگوار گزرے۔

اس وقت عالمی سطح پر سب سے بڑی طاقت جو یہودیوں کے قبضے میں ہے وہ امریکہ ہے اور روئے زمین پر اسلامی دشمنی میں سب سے آگے اور سب سے بڑی طاقت ہے لیکن اللہ ایسا قادر ہے اس نے اسلام کیلئے امریکہ ہی کے ملک کے اندر بڑے بڑے لوگوں کے دل کھول دیئے ہیں یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جس ملک کی حکومت پورا زور صرف کر رہی ہے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے پر اُس کے اس پائے کے لوگ جو اس حکومت میں ہی افسر ہیں انہیں اللہ نے مسلمان ہونے اور اسلام قبول کرنے کا شرف عطا کر دیا تو کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ قادر ہے اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے تو ہمارے لئے یہ موقع ہے کیا اس انقلاب کے آگے چلنے والوں میں اور اپنا نام یوم حشر ان لوگوں میں لکھوانا چاہتے ہیں جو انقلاب لائے۔ یا ہم ان میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو انقلاب آیا اور مجبوراً اس

نے انہیں اپنے ساتھ ڈھال لیا۔ یعنی دو ہی فریق نہیں گے ایک وہ جو انقلاب لانے کا سبب بن گئے ایک وہ جو انقلاب کے سبب مسلمان ہو گئے ان دونوں میں کروڑوں میلوں کا فاصلہ ہے میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو وہ رویہ اپنانا چاہیئے کہ ہم اسلامی انقلاب لانے والوں اور اسلامی انقلاب کا سبب بننے والوں کے صف اوّل میں ہوں اگرچہ اس میں دشواریاں ہوتی ہیں مشکلات ہوتی ہیں لیکن کسی بھی بڑے کام کیلئے بڑا رسک لینا پڑتا ہے ہمیشہ بڑے فائدے کیلئے آپ کو بڑا رسک۔ آپ زیادہ نفع کمانا چاہیں تو زیادہ رقم کاروبار میں لگانا پڑے گی۔ زیادہ رسک لینا پڑے گا۔ آپ پلے سے دھیلا نہیں لگاتے کہتے ہیں زیادہ نفع آئے۔ کیسے آئیگا۔ زیادہ نفع کیلئے زیادہ سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے اپنا آرام اپنا وقت اپنی محنت اپنا سرمایہ اپنی قوتیں۔

میں بھی ایک عام انسان ہوں میں تین ہفتے امریکہ میں رہا تین ہفتوں میں ایک ہفتہ میں ایک جگہ مقیم رہا دارالاسلام میں یہ بھی عجیب اللہ کی شان ہے کہ اس نے عین امریکہ کے جگر میں ایک ایسا مرکز بنا دیا جو اسلامی تعلیم کے لئے اسی طرح کا دارالعرفان بن رہا ہے دو ہفتوں میں میں نے ساڑھے چھ ہزار میل سفر کیا امریکہ کی شاید ہی کوئی ایسی ایئر لائن ہو جس پر مجھے سفر نہ کرنا پڑا ہو جو دہ پندرہ دنوں میں میرا ساڑھے چھ ہزار میل سفر بنتا ہے پینتالیس کے قریب میری تقریریں بنتی ہیں اور کوئی سو سے زائد ذکر کی مجالس میں شامل ہوا۔ آپ پندرہ دنوں پر اس سارے کو تقسیم کر کے دیکھیں کیا یہ آسان اور ممکن ہے اور اس سب کے ساتھ مجھے تو کوئی تھکاوٹ کا اثر بھی نہیں ہوا۔ اسے کہتے ہیں ذکر کی برکت۔ اوقات بڑھ جاتے ہیں ذاکرین کے لئے ان کی تھوڑی سی محنت پر اجر بڑھ جاتا ہے ان کے تھوڑے سے وقت میں اتنا کام ہو جاتا ہے جتنا کام کرنے کے لئے دوسرے کو ایک سال چاہیئے وہ اتنا کام ایک دن میں کر لیتا ہے اور یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کریم یہ انقلاب لانا چاہتے ہیں۔

تو میری گذارش آپ حضرات سے یہ ہے کہ آپ اس کے اولین بنیں۔ لانے کا سبب بنیں چونکہ انقلاب آنے کے بعد اس میں آنے والی پوری دنیا ہو گی۔ بے شمار لوگ ہوں گے یہ ایسا نور ہے جو جب تک کائنات ہے تب تک رہے گا۔ اس وقت جب لوگ اس کی حیات سے نا امید ہو جاتے ہیں تو اسے حیات نو نصیب ہوتی ہے مسلمانوں نے تاریخ میں تساہل کیا تھا بے شمار مسلمان حکومتیں تھیں ریاستیں تھیں لیکن اسلام سے روگردانی کی۔ اللہ نے ان پر وسط ایشیا سے منگولوں کو مسلط کر دیا تاتاریوں کو مسلط کر دیا جو پرلے درجے کے ظالم تھے مسلمانوں، ریاستوں حکمرانوں اور حکومتوں کے انہوں نے پرخچے اڑا دیئے یوں نظر آتا تھا اسلام مٹ جائے گا۔ لیکن اسلام نہیں مٹا بدکار مسلمان مٹ گئے اور تاتاری جو تھے انہیں اللہ نے اسلام نصیب کر دیا اسلام کو پھر حیات نو مل گئی۔

ہے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ایسا نہ ہو کہ ہماری کوتاہی بغداد کے ان باسیوں کا نمونہ بن جائے جو تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہو گئے اور ہمیں تباہ کرنیوالوں کو خدا ایمان کی توفیق دے دے اس سے پہلے ہم اپنے آپ کو اسلام کی پناہ میں اللہ کی پناہ میں اسلام کے دین کے حصار کے اندر لے آئیں تاکہ ہم اس انقلاب کا بنیادی پتھر بن سکیں اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں ایمان کامل نصیب فرمائیں

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

مسلمانوں کا ادنیٰ طبقہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

انسانی مزاج میں اللہ رب العزت نے تخلیقی طور پر مذہب کا ایک خانہ رکھا ہے۔ ایک بات انسان کے مزاج میں رکھ دی گئی ہے۔ وہ ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا، وہ فقیر ہو یا شہنشاہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسی غیبی طاقت ہو، کوئی ایسی غیبی قوت ہو، کوئی ایسی ہستی ہو جو میری حفاظت کرے۔ میری مشکلات آسان کر دے۔ میرے لیے مسائل کو حل کر دے۔ آسانیاں پیدا کرے۔ دشمنوں سے تکالیف سے میری حفاظت کرے۔ اسی لیے آپ کو جہاں تک تاریخِ انسانی ملے گی ایسے انسان ملیں گے تاریخ میں جنہیں رہنے سہنے کی تمیز نہیں تھی لباس کی تمیز نہیں تھی، کھانا بنانے کی تمیز نہیں تھی، بات کرنے کا شعور نہیں تھا۔ لیکن مذہب کے نام پر غلط یا صحیح چند رسومات انہوں نے بھی اپنا رکھی تھیں۔ یہ بات ان کے مزاج میں بھی تھی کہ کچھ ایسی رسومات کی جائیں کہ کوئی غیبی طاقت ہماری حفاظت کرے۔ ہمارے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ بیماروں کو شفا دے اور محتاجوں کی احتیاج پوری کرے۔ یہ دراصل تخلیقی طور پر رب کریم نے انسان کے مزاج میں اپنی طلب کے لیے اپنی تڑپ کے لیے اور اپنے آپ کو پانے کے لیے یہ خانہ رکھا ہے۔ تخلیقی طور پر انسان کے مزاج میں رکھا ہے۔ اب اس خانے کا صحیح جو حل ہے یا صحیح جو جواب ہے وہ تو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اور اللہ کے رسولوں نے انسانیت کو بخشا۔ لیکن بہت سے فائدہ اٹھانے والوں نے انسان کی اس جبلت سے بھی فائدہ اٹھایا اور اسے جھوٹ موٹ کچھ رسومات سکھا کر اس بات پہ قائل کر لیا کہ یہ رسم کرنے سے یہ نتیجہ ہو گا یہ کرنے سے تمہارا یہ کام ہو جائے گا۔ اس طرح ایک متوازی دین چلتا رہا۔

کفر کے عقائد مختلف ہوں، نظریات مختلف ہوں کافرانہ رسومات مختلف ہوں لیکن اصل اور اساسی طور پر سارا کفر ایک ہی چیز ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور غیبی طاقت کو اپنے لیے اپنا کارساز سمجھا جائے اور خود ساختہ رسومات کو اپنا کر یہ تصور کر لیا جائے کہ وہ میری حفاظت کرے گا۔ تو اس اعتبار سے سارا کفر ایک ہے۔ اسلام اس کے مقابلے میں بالکل ایک الگ اور انوکھی بات ہے۔ اسلام نے رسومات نہیں دیں۔ اسلام نے تعلقات دیئے ہیں۔ رب اور بندے کے درمیان رسومات نہیں ہیں، اسلام میں اسلام ہے بندے اور اس کے مالک کے درمیان تعلقات ہیں۔ یہ فرق ہے باطل میں یا کفر میں اور حق میں یا اسلام میں۔ کہ کفر میں رسومات ہیں کفر میں ہے کہ آپ فلاں جگہ دیا جلائیں فلاں جگہ اتنے پیسے دیں فلاں جگہ آپ ناچیں۔ اس رنگ کے کپڑے پہنیں یہ کریں وہ کریں اس سارے کا ذاتِ باری سے کوئی تعلق نہیں جبکہ اسلام میں ہے کہ ہر شخص جو بھی کرے وہ اسی لیے کرے کہ وہ کرنے کا حکم اسے خود اللہ نے دیا۔

آپ کی نماز مجھ پر فرض نہیں ہے۔ میرا روزہ آپ پر فرض نہیں ہے۔ میں رکھتا ہوں یا نہیں رکھتا۔ میرا اور میرے مالک کا معاملہ ہے۔ آپ نماز ادا کرتے ہیں یا نہیں کرتے آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے۔ کوئی اس میں ایسی رسم کی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کا ایک ذاتی تعلق ہے۔ اپنے مالک کے ساتھ۔ اس غیبی

ذات کے ساتھ۔ جو اس کو جانتی بھی ہے۔ اُس کو سمجھتی بھی ہے اُس کی ضرورتوں کو جانتی بھی ہے۔ اُس کی حفاظت کرنے پہ بھی قادر ہے اُس کی ضرورتیں پوری کرنے پر بھی قادر ہے اور ہر جگہ اور ہر وقت اُس کے ساتھ بھی ہے۔

اب اِس ساتھ ہونے نے انسان کو ایک مشکل میں پھنسا دیا اتنی بڑی مشکل کہ جب اللہ ہر وقت ساتھ ہے اور آدمی اس کی اطاعت نہیں کرتا یہ تو بجائے خود ایک بہت بڑا جرم بن گیا ایک فلسفہ جب گناہ کا زیرِ بحث آتا ہے۔ صغیرہ کبیرہ کی بحث چلتی ہے تو حدیث کے مطابق بعض جرائم کو کبیرہ اور اس کے علاوہ باقی کو صغیرہ شمار کیا جاتا ہے لیکن اِس سارے کے بعد جب گناہ کے فلسفے پہ بات ہوتی ہے کہ گناہ بجائے خود کیا ہے۔ تو علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کبھی صغیرہ نہیں ہوتا اِس اعتبار سے صغیرہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ چھوٹا ہے۔ لیکن اگر اُسے اِس اعتبار سے دیکھا جائے کہ نافرمانی کس کی ہوئی تو پھر وہ صغیرہ نہیں ہے۔ یعنی جرم کے اعتبار سے دیکھا جائے جرم کی نوعیت کیا ہے۔ تو آپ شمار کریں گے یا حدیث میں جو ارشاد ہے وہ جرم کی نوعیت پر ہے کہ یہ جرم جو ہے یہ چھوٹا ہے اور یہ جرم جو ہے یہ بڑا ہے یہ جرم کی نوعیت پر ہے۔ لیکن اگر اِس حیثیت سے دیکھا جائے کہ یہ جرم کرتے وقت حکم کس کا توڑا گیا۔ نافرمانی کس کی کی گئی۔ تو پھر صغیرہ کوئی نہیں رہتا پھر تو گناہ کبیرہ ہی ہے گناہ تو ہے ہی کبیرہ۔ کیونکہ ہر گناہ اللہ کریم کے حکم کو توڑنے کا نام ہے۔

تو اسلام نے ہر فرد کو اللہ کریم کے روبرو کر دیا۔ اب نبی علیہ السّلام کا کیا مصرف رہا؟ نبی علیہ السّلام کا کیا فرض رہا؟ نبی علیہ السّلام کا فائدہ کیا ہوا اُمت کو؟ - نبی علیہ السّلام کا فائدہ یہ ہوا کہ اللہ اور بندے میں کوئی صفت کوئی خوبی ایک جیسی نہیں وہ خالق ہے یہ مخلوق ہے کوئی نسبت بنتی نہیں۔ کسی رشتہ داری کی تو نبی علیہ السّلام وہ نور لایا کہ جس نے انسانی قلب میں تو جمال باری کو منعکس کر دیا۔ انسانی دِل محض انسانی دِل نہ رہا بلکہ وہ ایسا آئینہ بن گیا جس میں اللہ کا جمال نظر آتا ہے اور وہ پرتوِ جمال پر نبیؐ نے اپنی اُمّت کے ہر دل میں منعکس کر دیا۔ جہاں وہ جمال دلوں کو دیا وہاں اللہ کے ارشادات براہِ راست اللہ سے لے کر اپنے اُمّتی کو پہنچا دیئے کہ تیرا مالک کس بات پر راضی ہے۔ کس بات سے خفا ہو گا۔ بہت بڑی بات تھی۔

اب اگر کوئی یہ چاہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر نبی علیہ السّلام کی پرستش کرنے لگے اِس لیے کہ نبی علیہ السّلام نے بہت بڑا احسان کیا تو اُس نے اسلام کو نہیں سمجھا وہ اسلام کو سمجھ ہی نہیں سکا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اتنا بڑا احسان کیا۔ جو یہ صرف اللہ کا نبیؐ ہی کر سکتا ہے۔ لیکن اُس احسان کا بدلہ یہ ہے کہ جو راستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اُس پر آدمی اپنی پوری ہمت لگا دے۔ اُسے اختیار کرنے کے لیے۔ نہ یہ کہ اُس راستے کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا معبود بنا لے۔ تو بھول گیا اُس بات سے ہٹ گیا یا پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا بات ختم ہو گئی۔ اب سارا رشتہ اللہ کے ساتھ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کال ہے۔ مَیں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ماننے والا ہوں میرا مسئلہ حل ہو گیا تو اُس نے بھی نہیں سمجھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ حیات کا پیالہ بھر کر ہمارے ہاتھ میں تھما دیا۔ ہم کہتے ہیں ہمیں اِسے پینے کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دے دیا کیونکہ ہمارا یہ اپنا ہے۔ تو جب پیئیں گے نہیں تو وہ اپنا کیسا ہے۔ اِس سے حیات کیسے آئے گی۔ تو اسلام نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگ ہیں جب اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے کہ اللہ سے ایمان اور اللہ سے تعلق کا تقاضا یہ ہے۔

اسلام کیا ہے جو محنت جو مجاہدہ جو جہاد جو تبلیغ، جو وعظ جو عبادت جو تزکیہ نفس جو جو مجاہدہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر

رہا ہے تمہارے ماننے کا حق یہ ہے کہ وہی مجاہدہ تم اختیار کر لو۔ یعنی اسلام یہ نہیں کہتا کہ ہم نے مان لیا یہ کوئی تماشہ نہیں ہے ایک مداری ہے وہ کوئی تماشہ دکھا رہا ہے۔ ہم تماشہ دیکھنے والے ہیں۔ یہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس ذات کے سامنے سربسجود ہیں اُس ذات کے سامنے تم سربسجود ہو جاؤ۔ وہ جس کے کہنے پہ سوتے ہیں تم بھی اُسی کے کہنے پہ سوؤ وہ جس کے کہنے پہ جاگتے ہیں تم بھی اُسی کے کہنے پہ جاگو وہ جس کے کہنے پہ روزہ رکھتے ہیں تم بھی اُسی کے کہنے پر اُسی طرح روزہ رکھو وہ جس کے کہنے پر شمشیر بکف ہو کر میدانِ کارزار میں اُترتے ہیں تم بھی اپنی تلوار کھینچ لو اور ان کے ہم رکاب میدانِ کارزار میں اُترو وہ جہاں صلح کا حکم دیتے ہیں وہاں صلح کرو۔ یعنی جو مجاہدہ جو کوشش جو محنت۔ جاہد جہد سے مشتق ہے۔ جُہد کے معنی ہوتا ہے کسی بھی کام کے لیے انتہائی محنت کرنا، پُوری کوشش کرنا۔ جتنی بس میں ہو تو اسلام نام ہی مجاہدے کا ہے۔ یعنی ابتدا ہی اس بات سے رکھی کہ جب کوئی حکم نازل ہوتا ہے اور اس میں مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ پہ ایمان لاؤ اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدہ اختیار کرو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ایسے لوگ جو یہ کام کر سکتے ہیں۔

ایسے لوگ جن میں وہ قوت ہے کام کرنے کی استعداد ہے صحت ہے یا فراغت ہے یا پیسہ ہے جو چیز وہاں چاہیئے اُن کے پاس ہے لیکن وہ کہتے ہیں یار یہ لوگ بھی تو ہیں جو یہ کام نہیں کر رہے ہمارا ان کے ساتھ گزارا ہو جائے گا۔ خواہ مخواہ ہر آدمی نے میدانِ جنگ میں ہی جانا ہے؟ ایسے بھی تو ہیں جو نہیں جا رہے ہم اُن کے ساتھ اچھے ہیں۔ ہر آدمی نے تبلیغ ہی کرنی ہے ایسے بھی تو ہیں جو نہیں کر رہے ہم اُن کے ساتھ بہتر ہیں۔ ہر آدمی نے تقریر ہی کرنی ہے۔ ہر آدمی نے مجاہدہ ہی کرنا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو مجاہدہ نہیں کرتے ہم اُن نہ کرنے والوں کے ساتھ بہتر ہیں۔

3 وَقَالُوْا ذَرْنَا۔ وہ کہتے ہیں ہمیں رہنے دیجئے۔ نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ اور بھی تو کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کام نہیں کر رہے۔ ہمیں اُن میں شمار کر دیجئے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ انہوں نے خود اپنے لیے یہ پسند کر لیا کہ ہم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہ لیں گے۔ یہ جو فیصلہ انہوں نے کیا اس کے نتیجے میں اللہ کریم اُن کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔ وہ کبھی جمالِ باری کی طلب رکھتے ہی نہیں۔ پیدا ہوتی ہی نہیں۔ یہ معمولی بات نہیں تھی کہ ربِ جلیل نے اپنی ذات کو اپنے بندے پہ بے حجاب کر دیا۔

اسلام کیا ہے۔ اسلام ہے اللہ کو روبرو دیکھنا، اسلام ہے اللہ سے براہِ راست تعلق رکھنا۔ کھانے پینے سونے جاگنے جس شخص کو یہ احتیاط ہو کر مجھے مُنہ سے یہ لفظ اس لیے نکالنا چاہیئے کہ میرا رب اِس سے راضی ہوگا۔ یہ اس لیے نہیں نکالنا چاہیئے کہ میرا پروردگار خفا ہوگا۔ تو وہ کتنا قریب چلا گیا اللہ رب العزت کے۔ اب اسی قرب میں وہ یہ کہتا ہے۔ اللہ میاں تُو یہاں بیٹھ میں تو اپنے گھر جا کر بیٹھوں گا۔ میرے پاس فرصت نہیں ہے۔ تیرے پاس رہنے کی۔ تیرے روبرو رہنے کی، تجھ سے باتیں کرنے کی۔ فرمایا جو اس طرح پلٹتا ہے اس پہ اللہ کی طرف سے یہ سزا مقدر ہو جاتی ہے۔ کہ اگر تُو واپس جاتا ہے تو پھر تجھے واپس آنے کی توفیق نہیں ہو گی۔ پھر جاؤ واپس چلے جاؤ۔ منطقی طور پہ ایسا ہونا چاہیئے۔ تو اللہ کا قرب جو ہے بندہ جاتا ہے ہمیشہ لینے کے لیے۔ اللہ ملتا ہے ہمیشہ دینے کے لیے۔ اس میں کوئی سی نعمت ہو، حیات ہو راحت ہو، سکون ہو، دولت ہو دُنیا کی ہو یا آخرت کی ہو بندے اور اللہ کا تعلق ایسا عجیب ہے کہ بندے کا ہر تعلق ہے لینے کے لیے۔ اللہ کا ہر تعلق ہے دینے کے لیے۔ لینے والا کہتا ہے آپ اپنی سخاوت پاس رکھیں مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں ذرا جاتا ہوں آرام کروں گا پھر آؤں گا تو پھر اس کا حق نہیں بنتا کہ دینے والا کہہ دے پھر

تکلیف نہ کرنا۔ یعنی بالکل ایک عقل میں آنے والی بات بنتی ہے۔ کہ پردہ دینے والا کہہ دے کہ مَیں تو اپنا دستِ کرم واپس لیتا ہوں لیکن تو بھی دوبارہ آنے کی تکلیف نہ کرنا۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں جو لوگ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اپنے کو پیچھے رکھنا پسند کرتے ہیں۔ رضوا بان یکونوا مع الخوالف۔ وہ اِس بات پر راضی ہو گئے کہ جو آگے نہیں بڑھتے ہم اُن کے ساتھ ٹھیک ہیں۔ ہمیں زیادہ آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا گزارا ہو گا۔ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں کوئی نماز نہیں پڑھتے۔ ہم اُن کے ساتھ سہی کوئی لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کچھ نہیں بھی کرتے ہم نہ کرنے والوں کے ساتھ ہوں گے۔ کچھ لوگ جہاد پہ چلے جاتے ہیں کچھ نہیں بھی جاتے ہم نہ جانے والوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں۔

طبع علیٰ قلوبھم۔ میں اُن کے دلوں پر مہر کر دوں گا اُس مہر کا اثر یہ ہوتا ہے ھم لا یفقھون وہ کبھی اِس چیز کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ یہ بھی کچھ کرنے کا کام ہے یعنی جس بات پہ مہر کر دی جائے پھر اُس کو سمجھنے کی استعداد مفقود ہو جاتی ہے۔ پھر کبھی زندگی بھر اُسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی کرنے کا کام تھا مَیں بھی کر لیتا۔

ایک قوم یا قوم کا ایک حصّہ اُن لوگوں کا طبقہ یہ ہے دوسرا طبقہ وہ ہے۔ لکن رسول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم والذین آمنوا معہ۔ اور اُن کے وہ خادم اور ہم رکاب رہنے والے لوگ جنہیں واقعی ایمان کی لذّت نصیب ہوئی۔ جاھدوا باموالھم وانفسھم انہوں نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اپنے اوقات اللہ کی راہ میں لگا دیئے۔ اپنا آرام اللہ کی راہ میں تج دیا اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں جان سے بھی، مال سے بھی۔ دُنیا میں آدمی کے پاس دو ہی نعمتیں ہیں اُس کا وجود، اُس کی جان ہے یا اُس کا مال اُس کی جائیداد ہے۔ اولاد اگر ہے رشتہ ہے تو جان کا حصّہ ہے۔ جائیداد اگر ہے تو مال کا حصّہ ہے۔ دو ہی تو چیزیں انسان کے پاس ہیں۔ فرمایا انہوں نے وہ دونوں چیزیں تج دیں انہوں نے کہا یہ ہماری چیزیں ہمارے لیے نہیں ہیں اللہ نے دی ہیں۔ ہیں ہماری لیکن یہ اللہ کی راہ پر خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ مال ہے تو اُس کی راہ پر خرچ ہو گا۔ وقت ہے تو اُس کے راستے پہ لگے گا۔ جان ہے تو اُس کی راہ میں قربان ہو گی اور یہ صرف مسلمانوں نے نہیں کیا بلکہ سب سے زیادہ، سب سے پہلے' فرمایا: خود میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کیا۔ ہجرت صرف لوگوں کو نہیں کروائی لوگوں سے صرف رشتے نہیں چھڑوائے اپنا خاندان سارا خود چھوڑا جسے ایمان نہیں نصیب ہُوا وہ چھوڑ دیا۔ لوگوں سے گھر نہیں چھڑوائے بلکہ اپنا گھر پہلے چھوڑا اور مکّہ فتح کر لیا لیکن اپنا گھر واپس نہیں لیا۔ فرمایا اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا۔ لوگوں کو صرف زرہ اور تلوار نہیں اُٹھوائی بلکہ خود اپنے وجود اطہر پہ دو دو زرہ پہن کر تیروں کی بارش میں سینہ سپر ہوتے۔ لوگوں کو صرف گرمیوں میں سفر پہ نہیں چلایا بلکہ سب سے آگے جانے والے گھوڑے پہ خود سواری فرمائی صرف لوگوں کو خطرات کے مُنہ میں نہیں ڈالا بلکہ جس طرف زیادہ خطرہ ہوتا تھا اُدھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خود تشریف لے جاتے تھے۔ فرمایا:

لکن رسول: لیکن میرا رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سب سے پہلے اور اس کے بعد اُس کے ساتھ ایمان لانے والوں کا طریقہ یہ رہا کہ انہوں نے اپنا مال بھی، اپنے اوقات بھی، اپنی جان بھی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی فرمایا: واولئک لھم الخیرات۔ ساری بھلائی ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ اسلام کا پھل ایمان کا پھل، اللہ کا کرم، اللہ کی نعمت، اللہ کی تائید، اللہ کی ذات کا ساتھ ہونا اللہ کی مدد یہ ساری باتیں فرمایا صرف ایسے لوگوں کا حصّہ ہیں۔ اُن لوگوں کے لیے کچھ نہیں ہے جو کہتے ہیں ہم نے مان لیا اتنا کافی ہے۔

اِس سے زیادہ ہم سے نہیں ہوتا۔ جو لوگ کچھ کرتے ہیں جو نہیں کرتے ہم اُن میں سے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو کچھ نہیں ملتا اُلٹا اُن کے دلوں پہ مہر کر دی جاتی ہے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آج اِس وقت روئے زمین پر دو سو کروڑ یا دو ارب مسلمان ہیں۔ دُنیا کی کوئی دوسری قوم دو ارب نہیں ہے۔ دو ارب مسلمانوں کو دُنیا کی ہر ذلیل سے ذلیل قوم رُسوا کر رہی ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے جب ہم سکول میں پڑھا کرتے تھے۔ تو ہمارے ساتھ ہندو لڑکے کلاس فیلو ہوتے تھے۔ ہندو ہمارے اُستاد ہوتے تھے۔ ہمیں ہندو اُستاد سے ڈر نہیں لگتا تھا کہ یہ سالا تو ہندو ہے یہ کیا کرے گا۔ مسلمان اُستاد کا کام کر کے لے جاؤ ورنہ مارے گا۔ ہندو کا کیا ہے کیا کرے گا۔ یعنی ہندو اُستاد کے متعلق بھی طالب علموں کا یہ تصور ہوتا تھا کہ آخر ہندو ہے کیا کرے گا۔ مار تو نہیں سکتا اور یہ کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے ہندو مارے گا۔ اُس زمانے کے جتنے لوگ بیٹھے ہیں اُن سے پوچھ لو۔ یہ کبھی کسی کے تصور میں نہیں آتا تھا کہ ہندو مجھے مارے گا۔ اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہندو وہ قوم ہے جس پہ ہر اُس قوم نے جو چل کر ہندوستان میں آ سکی قبضہ کر لیا۔ دُنیا کی باقی اقوام پر باہر کے لوگ فاتح بن کر رہے وہ جتنا عرصہ رہے وہ قومیں اُن سے لڑتی رہیں۔ اپنا ملک حاصل کرنے کے لیے اپنا اقتدار واپس لینے کے لیے وہ کوشش کرتی رہیں۔ ہندوؤں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ جو بھی آیا باہر سے یہاں حکومت بنالی۔ یہ اُس کی پُوجا کرنے لگے کہ جناب آیئے حکومت آپ کریں ہمیں یہاں رہنے دیں۔ آج وہ ہندو بھی مسلمان کو مارتا ہے وہ کہتا ہے مسجدیں گرا دو۔ صرف مسجدیں گرا دو نہیں وہ کہتا تمہیں ہندوستان میں مسجدیں بنانی ہیں تو مکہ اور مدینہ میں مندر بنواؤ۔ آج ہندو کی یہ ڈیمانڈ ہے کہ اگر تم ہندوؤں کے مقدس شہروں میں مسجدیں رکھنا چاہتے ہو تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد کے سامنے بیت اللہ کے سامنے ہمارا مندر بنواؤ۔ یہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچی آج بھی ہندو دُنیا کی کسی دوسری قوم کو جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتا چین کے ساتھ سرحدی تنازعہ چھیڑ کر دیکھ لیا انہوں نے پھر ہندوستان نے کبھی چین کا نام نہیں لیا لیکن مسلمانوں کو وہ وہاں بھی قتل کر رہا ہے۔ پورا مشرقی پاکستان اُس نے قبضہ میں لے رکھا ہے جب وہ چاہتا ہے پاکستان پر فوج چڑھا دیتا ہے۔ کشمیر میں جسے چاہتا ہے مارتا ہے کتنی ریاستیں تھیں آزادی کے وقت جو ہندوستان سے الگ تھیں وہ ساری اُس نے ہڑپ کر لیں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ تو یہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہاں گئے۔ یہ جو دُنیا کی بہت بڑی طاقت ہُوا کرتے تھے۔ یہ جو صحرائے عرب سے چند خانہ بدوشوں کی صورت میں اُٹھے اور روئے زمین پہ چھا گئے کوئی اِن کے بازو کو روک نہ سکا کوئی ان کا بازو مروڑ نہ سکا۔ کوئی انہیں راستے سے منع نہ کر سکا۔ روئے زمین کو انہوں نے ایک سلطنت میں بدل کر رکھ دیا۔ آج انہیں کیا ہو گیا۔ یہ اِن کی جرأت یہ ہمت وہ غیرت وہ شان و شوکت وہ جذبہ وہ سب کیا ہُوا۔

وطبع علی قلوبھم۔ دلوں پر مہر ہو گئی ہے باتیں ختم ہو گئی ہیں اِس لیے کہ مسلمانوں نے پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ دینا پسند کر لیا کہ خیر ہے۔ ہم ان میں ٹھیک ہیں ہم اُن سے آگے نہیں جا سکتے۔ اِس فیصلے نے دلوں پہ مہر کرا دی۔ انسانی غیرت کی عادات بھی بدل جاتی ہیں۔ ھم لا یفقھون انہیں یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمیں کرنا کیا چاہیئے۔ اُن سے وہ ضمیر نام کی چیز یا جسے آپ غیرت یا غیرتِ ملّی یا غیرتِ دینی کہہ لیں وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتی پتہ ہی نہیں چلتا۔

دلالوں اور پیشہ ور لوگوں کی بھی مائیں بہنیں ہوتی ہیں بیٹیاں ہوتی ہیں لوگوں کے پاس جاتی ہیں پیسے دیتے ہیں رہتی ہیں بیٹھتی ہیں انہوں نے کبھی محسوس نہیں کیا بلکہ اگر کوئی نہ جائے تو محسوس کرتے ہیں کہ آج کوئی پیسے دینے والا نہیں آیا تو کیا وہ انسان نہیں ہیں

دوسرے کو غصہ آتا ہے اُنہیں کیوں نہیں آتا۔ وہ جب دل پہ مہر ہو جاتی ہے۔ تو انسانی اوصاف بدل جاتے ہیں اُنہیں اِس بات پہ غصہ ہی نہیں آتا احساس ہی نہیں ہوتا۔ فرمایا: طبع علیٰ قلوبھم اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے فھم لا یفقھون اُنہیں اِس بات کی سمجھ ہی نہیں آتی کیا ہو رہا ہے ہمارے ساتھ اور اس کا ردِّ عمل کیا ہونا ہے۔ تو یہاں اسلام رسمی مذہب نہیں ہے کہ ہم نے کہہ دیا مسلمان ہیں اور کام ہو گیا۔ ہم نے کہہ دیا ہم شیخ کو ملنے آئے ہیں شیخ کے مرید ہیں بات بن گئی۔ نہیں۔

شیخ کا کام برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم تک پہنچانا ہے۔ اُنہیں اخذ کرنا اُن پر عمل کرنا اور اُن کے لیے اپنا وقت لگانا اور اپنے آرام کو لگانا اپنے مال کو لگانا اپنی جان کو لگانا یہ ہم سے ہر ایک پر الگ الگ ضروری ہے اور جتنا کوئی کرے گا اتنا فائدہ پائے گا نہیں کرے گا تو اسلام رسم نہیں ہے۔ اسلام حقائق کا نام ہے۔ اسلام افسانہ نہیں ہے اسلام رسومات کا مجموعہ نہیں ہے یہ اللہ اور بندے کے تعلقات کا مجموعہ ہے۔ فرمایا:

اِس میں مقدم میرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبادت سے غفلت نہیں کرتا۔ جہاد سے غفلت نہیں کرتا۔ صدقات سے غفلت نہیں کرتا تو دوسرے کسی کے لیے کہاں سے گنجائش پیدا ہو گئی۔ تو لوگ ایمان لائے۔ والذین اٰمنوا معہ۔ دو طبقے بن گئے۔ وَ رضوا بان یکونوا مع الخوالف۔ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ایمان تو ہم لاتے ہیں لیکن رہیں گے اُن لوگوں کے ساتھ جو پیچھے بیٹھے ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ بنا والذین اٰمنوا معہ جو ایمان بھی لائے اور انہوں نے کہا: "ہم آپ کے ہمرکاب ہیں آپ کی خدمت میں رہیں گے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے جہاں آپ جائیں گے ہم آپ کی خدمت میں ساتھ ہوں گے" دو طبقے بن گئے۔ یہاں کافر کی بات نہیں ہو رہی بات اُن لوگوں کی ہو رہی ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمایا اُن میں پھر دو فریق بن جاتے ہیں ایک کہتا ہے کیا سارے لوگ جہاد پہ جا رہے ہیں؟ سارے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں؟ کیا سارے لوگ ذکر کرتے ہیں؟ کیا سارے لوگ وعظ کرتے ہیں؟ کچھ ایسے بھی ہیں جو نہیں کرتے۔ میں اُن میں ٹھیک ہوں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں ساروں سے غرض نہیں ہے۔ ہم ایمان لائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں۔ ہم بھی کریں گے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتے ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے۔ یعنی دو طبقے بن گئے۔ ایک وہ جو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے ایک وہ جو کہتا ہے مجھے ہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے اللہ فرماتا ہے جو پیچھے رہ جانا پسند کرتا ہے میں اُس کے دل پہ مہر کر دیتا ہوں۔ اُسے سمجھ ہی نہیں آتی کہ میں پیچھے رہ کر کتنا نقصان کر رہا ہوں کیا کھویا اُسے ہوش ہی نہیں آتی وہ موت تک اِسی میں رہتا ہے۔ کہ میں بڑی موج میں ہوں نہ مجھے سفر کرنا پڑا نہ مجھے بھوکا پیاسا ہونا پڑا۔ نہ مجھے دن میں بار بار اُٹھنا بیٹھنا پڑا۔ یہ نمازوں کی مصیبتیں یہ روزوں کی تکلیف اور یہ جہاد یہ سارا کچھ ان کے پلّے پڑا ہُوا ہے جو بڑے معتبر بنتے ہیں میں پیچھے ٹھیک ہوں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ یہ اِس لیے کہ اُن کے دل سے رفاقت اور معیت کی جو عظمت ہے اُس کا احساس ہی فنا کر دیا جاتا ہے۔ اُسے یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ تم ٹھیک کیسے ہوا اگر تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے ہی پیچھے رہ گئے تو تم ٹھیک کیسے رہے۔ اور دوسرا وہ طبقہ جو اُس کے بس میں ہے وہ پُوری کوشش کرتا ہے اُس کا ہر قدم ہر کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے میں ہے۔ عبادات میں بھی معاملات میں بھی اخلاقیات میں بھی، اعتقادات میں بھی فرمایا

واولئك لهم الخیرات ایسے لوگوں کے لیے بھلائی ہے۔ واولئك هم المفلحون اوریقین رکھو بڑے واضح طور پر جان لو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ کامیابی کا صرف ایک راستہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تمہاری عبادت کا وہی معیار ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ تم اپنا پورا زور لگا لو اُس کام کے کرنے کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اپنے بس میں جو کچھ ہے پورے خلوص پوری دیانتداری کے ساتھ اُس پہ لگا دو فرمایا اُسے قبول کرنا یہ میرا کام ہے۔ آخرت کی ساری نعمتیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے تیار کی ہیں۔ جو ہر حال میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نبھانا چاہتے ہیں۔ انہیں اس بات سے غرض نہیں کہ کام چھوٹا ہے یا بڑا۔ اِس میں جان جائے گی۔ اِس میں مال جائے گا۔ اِس میں وقت جائے گا یا آرام جائے گا۔ انہیں اِس بات سے غرض نہیں انہیں غرض صرف ایک بات سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہیں ہمیں روزہ رکھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں ہمیں سجدہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں ہیں ہمیں میدانِ جنگ میں جانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امن میں ہیں ہمیں امن میں رہنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں ہمیں سونا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے ہیں ہمیں جاگنا ہے۔ ہر حال میں ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے۔

وَالذین اٰمنوا معه۔ لوگ ایمان لائے لیکن ساتھ نہیں رہے۔ وہ کہتے ہیں ہم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ٹھیک ہیں۔ دوسرے ایمان لائے انہوں نے کہا ہم ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گے۔

اور یہ وقتی اور لمحاتی بات نہیں اسلام کے ضابطے دائمی ابدی اور ساری انسانیت کے لیے ہیں۔ آج بھی یہی دو طبقے ہیں۔ یہ دو سو کروڑ مسلمان مار کھا رہا ہے یہ اس لیے کھا رہا ہے کہ ان میں اکثریت پیچھے رہ جانے والوں کی ہے۔ ان میں بہت بڑی تعداد جو ہے یہ صرف مسلمان کہلوا کر پیچھے رہ جانے والوں کی ہے۔ ان کی اللہ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں کہ انہیں کون مار رہا ہے۔ کہاں مار رہا ہے اور کیوں مار رہا ہے۔ اگر ساتھ رہنے والے ہوتے تو ساتھ رہنے والے بدر میں آئے۔ اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ کفار اگر تعداد میں زیادہ ہیں تو اِن کی طرف سے تم جا کر لڑو۔ تم بھی تعداد میں زیادہ ہو جاؤ لڑو لیکن کسی پیچھے رہ جانے والے کے لیے تو فرشتے نہیں بھیجے کہ اِن کی حفاظت کرو۔

پیچھے رہ جانے والے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ایک آدمی چل نہیں سکتا تو وہ چلتا کیوں نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے بس میں ہے کرنا نہیں چاہتے۔ مجبور نہیں ہیں نماز پڑھ سکتے ہیں پڑھنا نہیں چاہتے۔ روزہ رکھ سکتے ہیں رکھنا نہیں چاہتے۔ اپنے آرام کو اپنی ذاتی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اتباعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا اِس کی سزا یہ ہے کہ مَیں اُن کے دلوں پر مہر کر دیتا ہوں وہ کہتے رہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن نہ مسلمانوں جیسا سٹیٹس انہیں اِس دُنیا میں نصیب ہوتا ہے اور نہ وہاں نصیب ہوتا ہے۔

اور جو ہر حال میں ساتھ رہنے کے لیے محنت کرتے ہیں مجاہدہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں فرمایا: ذالك الفوز العظيم یہی انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ یعنی انسانی کامیابی کا سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ وہ اِس بات پہ پختہ ہو جائے کہ مجھے ہر حال میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے۔ یہی انسان کی انتہائی کامیابی ہے۔ کہ وہ جتنا اِس بات میں آگے چلا جائے گا اتنی اُس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اللہ کریم ہمیں صحیح سمجھ کے ساتھ توفیقِ عمل بخشیں۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا

حضرت
مولانا
محمد اکرم
اعوان

سوال: حدیث شریف میں ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اس کی وضاحت فرمائیں

جواب: بڑی سادہ سی وضاحت ہے اس کی کہ تخلیقِ انسانی پر ہی اگر غور کیا جائے جب انسان کو اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جائے تو مالک کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ انسان اپنے آپ کو پہچانتا نہیں اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگ جاتا ہے تو مالک نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اُسے اگر اپنی ضرورتوں کا اپنی احتیاج کا اپنے نفس کی ایک ایک محتاجی کا اپنے بدن کے ایک ایک ذرّے کا ہر آن محتاج ہونے کا ادراک ہو جائے اپنے آپ کو پالے کہ میں کیا ہوں تو اُسے مالک کے احسانات کی لمبی فہرست بھی نظر آجاتی ہے جو ہر ذرّے میں حیات رواں دواں رکھتا ہے ہر ایک نفس کو قائم دائم رکھتا ہے جو اس کے ایک ایک عضو کو قوتِ کار دیتا ہے تو عظمتِ باری خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے ہوتا یہ ہے کہ انسان خود کو بھول جاتا ہے خود کو مالک خود کو مختار خود کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے

سوال: رُوح کو نہ تو زوال ہے نہ فنا ہے تو پھر یہ کیسے ہے کہ دُنیا میں کافر بھی ہے مسلمان بھی اور اُن کے اعمال پر اثر کیسے ہوتا ہے۔

جواب: رُوح دو طرح سے ہے جسے آپ انرجی کہہ لیں جس کے سبب جسم میں حیات رواں ہے یہ تو بالکل اُس طرح کا ہے جیسے ہر ذی رُوح میں ہے ایک انسانی شرف اس میں ہے کہ انسان میں تجلّی عالم اَمر سے ہے وُہ پیدا ہونے والا لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن جب وُہ بالغ ہوتا ہے تو اگر وُہ کفر اختیار کرتا ہے تو اُس سے اس کا تعلق کٹ جاتا ہے لیکن اُس میں استعداد باقی رہتی ہے اس تعلق کو دوبارہ جوڑنے کی اُس کے تعلق کٹ جانے کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ پھر اس میں پاکی پلیدی نیک بد کا احساس مٹ جاتا ہے اُس کی زندگی جانوروں کی طرح ہو جاتی ہے جو فطری تقاضے ہیں اُن کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور کسی کافر کو آپ ایسا نہیں پائیں گے کہ وُہ معقول یا نامعقول کو دیکھ سکے بلکہ ہر کافر صرف دنیوی حکومت کے قانون کو دیکھ سکے گا۔ اس سے ڈرے تو ڈرے کسی اخلاقی قدر کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ وُہ اپنی عادت کے تابع ہو جاتا ہے اُس میں وُہ انسانی عظمت رہتی ہی نہیں۔ اُس رُوح کے تعلق کٹ جانے سے ہی باقی جسم اور اس کا حیوانی رُوح جہنّم کی سزا بھگتے گا۔ کیونکہ وُہ تو ایک تجلّی باری ہے اُسے تو جہنم میں نہیں جانا۔ ہر بُرائی دل کی اُس استعداد کو متاثر کرتی ہے جو اُس کے ساتھ واپس تعلق قائم کرنے کی ہوتی ہے تو اگر بُرائی کرتے کرتے وُہ اس درجے پہ چلا گیا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اُسے فائدہ نہ ہُوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی اُسے متاثر نہ کر سکی اس لیے کہ وہ اپنی وُہ استعداد ضائع کر چکا تھا جن لوگوں میں وُہ استعداد موجُود تھی انہوں نے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جیسے سُنا ایمان لے آئے بلکہ بعض ایسے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

بعثت سے پہلے بھی شرک میں مبتلا نہیں ہوئے تھے سیدنا فاروق اعظم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ ایسے لوگ تھے کہ جو بعثتِ نبوی سے پہلے بھی اِن سے شرک ثابت نہیں ہے مزاجاً اُس طرف نہیں جاتے تھے اور اگر نبی علیہ السلام کی تعلیم نہ ہو رُوح کا تعلق باقی ہے تو ان آثار کائنات کو دیکھ کر عظمتِ باری ذہن میں رہتی ہے جو واحد ہے لاشریک ہے اور جہاں نبی علیہ السلام کی تعلیم نہیں پہنچتی وہاں صرف اتنا باعثِ نجات اس لیے ہے کہ ان کا تعلق اس رُوح سے رہتا ہے اگر تعلیمات نبوت نہ پہنچیں تو اُس کی نجات کے لیے صرف یہ کافی ہے کہ وُہ اللہ کو واحد جانتا ہو تو یہ کھیل بات نہیں ہے جس کے ضمیر میں یہ حیات باقی ہو وُہ بھلائی بُرائی اچھے بُرے معقول نامعقول ساری زندگی احتیاط کرتا رہتا ہے اگرچہ کہ صرف اتنا دیا گیا ہے لیکن اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسا آدمی جو شواہدِ قدرت کو دیکھ کر اللہ کی عظمت کا قائل ہو اور اسے وحدہٗ لاشریک مانتا ہو اس کی زندگی آپ دیکھیں متوازن ہوگی۔ یہ ایک فطری عمل ہوتا ہے لیکن جب اس سے گذر جاتا ہے تو زندگی غیر متوازن ہو جاتی ہے حلال حرام جائز ناجائز یا اخلاقی اقدار سب بھول جاتی ہیں۔ آج کا کافر معاشرہ ہمارے سامنے ہے۔

سوال: کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے اسلام کو بچپن میں قبول کیا تھا۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو امانتیں آپ کے ذمے لگا گئے۔ بچے میں یہ شعور نہیں ہوتا؟

جواب: تیرہ برس بھی تو گذر گئے تھے مکہ مکرمہ میں وُہ اتنے چھوٹے تو نہیں تھے کہ وُہ بالکل بے شعور ہوں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو پالا ہی نبی کریمؐ نے ہے یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی یہ محض معقولہ ہے جب ابو طالب خاندان کے سربراہ بنے دادا کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُوسرے چچا تھے اُن کے وصال کے بعد ابو طالب کی باری آئی ابو طالب غریب بھی تھے اور ان کی اولاد بھی زیادہ تھی مادی اعتبار سے بھی اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کی بلکہ اُس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پختہ سن کو پہنچ چکے تھے بالغ تھے اور محنت پہ بکریاں چراتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وُہ اجرت لاکر ابو طالب کو دیتے تھے تو جب آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا تو گو الگ ہو گیا آپؐ نے چچا سے فرمایا شاید میں یہاں سے آپ کی براہِ راست خدمت تو نہ کر سکوں آپ اپنا ایک بچہ مجھے دے دیں یہ بھی آپ کی خدمت ہی ہوگی۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس لے لیا آپؓ کی عمر چھوٹی سی تھی۔ جب حکم ہُوا کہ اپنے قرابت داروں کو دعوت دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی دعوت کی کھانے پہ بُلایا اُس میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ موجود تھے اُن کا جو حلیہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے وُہ یہ ہے کہ ایک چھوٹا بچہ جس کی آنکھیں بیمار تھیں پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ اور ٹانگیں کمزور تھیں یہ الفاظ تقریباً یا ان سے ملتا جلتا مفہوم یہی ہے۔ الفاظ مجھے صحیح یاد نہ ہوں مفہوم ایسا ہی ہے تو آپؐ نے جب یہ ساری بات کھانے کے بعد ان لوگوں پر بیان فرمائی کہ مجھے اللہ نے نبوّت سے نوازا ہے یہ حکم آیا ہے مجھے یہ حکم ہُوا ہے مجھ پر وحی آتی ہے یہ حکم ہُوا ہے وَانذِر عَشِيرَتَكَ الاَقرَبِينَ تو آپؐ لوگوں میں سے کون ہے جو میری بات سُننے گا میرا ساتھ دے گا تو سب نے ایک دُوسرے کا منہ دیکھا عجیب بات ہے ہم کیسے اپنا مذہب چھوڑ دیں کیسے یہ بات قبول کر لیں یہ تو بہت مشکل ہے بلکہ بعد میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی مصیبت مول لے رہے ہیں آپؐ تو بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں اُس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دُوں گا۔ وُہ بچپن ہی شمار ہوتا ہے چھوٹی سی عمر تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو تیرہ برس کی زندگی بیت چکی تھی۔ اگر سات آٹھ برس کی عمر ہوگی بیس بائیس

سال کا جوان ہو جاتا ہے چونکہ ہجرت فوراً تو نہیں ہُوئی تھی - بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے فضائل اپنی جگہ ہیں اور پوری اُمّت میں وُہ ابوبکر صدیق فاروقِ اعظم عثمان غنی اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی خلافت کی ترتیب سے پُوری اُمت میں نہیں کائنات میں افضل ہیں نبیوں کے بعد ۔

سوال: ہوائی جہاز میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب: ہوائی جہاز میں نماز نہیں ہوتی اسکے متعلق کیا بتاتا ہے نماز کے لیے قبلہ شرط ہے قبلے سے تعلق شرط ہے سمندر کے جہاز پر آپ ہوں تو پانی کا تعلق زمین سے اور زمین کا قبلے سے ہے ریل پر ہوں موٹر پر ہوں تو ہے ہوا میں اگر آپ معلق ہوں آپ کا تعلق قبلے سے نہیں رہتا جب آپ واپس آئیں تو پڑھ لیں بغیر قبلے کے نماز نہیں ہوتی ہوائی جہاز کا تعلق قبلے سے نہیں رہتا وُہ فضا میں اُڑتا ہے جو پڑھتے ہیں وُہ اچھا کرتے ہیں - لیکن ادا نہیں ہوتی ۔

سوال: شیطان ایک سجدہ نہ کرنے سے راندہ گیا کوئی ایسا طریقہ کہ انسان شیطان نہ بنے اگر بن جائے تو اصلاح کا طریقہ فرمائیں

جواب: بات ایک سجدے کی نہیں ہے بات براہِ راست اللہ کے حکم کو رد کرنے کی ہے شیطان کے مارے جانے کا سبب صرف ایک سجدہ نہیں ۔ ویسے تو زندگی میں شاید کتنے سجدے اس سے قضا ہو گئے ہوں گے مگر اُسے کسی نے نہیں پوچھا بات یہ تھی کہ اس نے براہِ راست اللہ کے حکم کو صرف رد ہی نہیں کیا بلکہ چیلنج بھی کیا کہ آپ نے اس پتلے کو مُجھ پر فضیلت دے دی مجھے کہتے ہیں کہ اس کو سجدہ کرو تو اس کی بنیاد یہ کہ اس نے خوُد کو بڑا سمجھا اپنے فیصلے پر عمل کیا اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں - تو یہی کیفیت قرآن کریم کم و بیش کفار کی نقل کرتا ہے بلکہ جب کفار کی بات نہ ماننے کی چلتی ہے تو اکثر وہاں پہ یہ موقع آجاتا ہے متعدد بار قرآن کریم میں اس واقعہ کو دہرایا اس لیے گیا ہے کہ جب کفار کے نہ ماننے اور ضد کرنے اور اپنے آپ کو بڑا اور دانا سمجھنے اور اللہ کے نبی علیہ السلام کی تبلیغ اور ارشادات کو معاذ اللہ کبھی کسی جادوگر آدمی کی بات کبھی کسی مجنوں کی بات کبھی کسی پاگل کی بات کہہ کر مذاق اُڑانے کی بات آتی ہے تو وہاں پھر سے یہ واقعہ دُہرایا جاتا ہے کہ اس طرح شیطان نے کیا تھا اور یہ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ کے الفاظ ملتے ہیں اِن کے خوُ پہلے اسطرح کرتے تھے اَب یہ کریں تو ان کے قلوب کی ایک ہی کیفیت ہے یعنی وہاں سے اِن میں یہ بات آتی ہے - تو انسان کا اگر اپنا عجز اُس کی نگاہ میں ہے تو اللہ کریم تکبر سے اُسے بچائے رکھتے ہیں لیکن اگر وُہ اپنے عجز کو بھول جائے تو بات وُہی ہے اور یہ ساری محنت مجاہدہ یا عبادت یا جتنی اس کا اصل حاصل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت کا احساس ہو اور اپنے عجز اور اپنے محتاجی اپنی آنکھوں میں رہے اللہ مالک ہیں پناہ دینے والے ۔

سوال: ایک بھٹکے ہُوئے خاندان میں سے ایک آدمی اُٹھ کر دین اس غرض سے سیکھتا ہے کہ میں باقی کنبہ کو سکھاؤں گا تو کیسا ہے ؟

جواب: بہت اچھی بات ہے یہ تو اُس کے ذمے ہے کہ وُہ دین جس کے پاس ہے اُس کے ذمے ہے پھر اپنے متعلقین کو بتانا یا جہاں تک اُس کی بات سُنی جائے یہ ضروری ہے لیکن سوٹے سے منوانا ضروری نہیں بات پہنچانا سلیقے سے یہ ذمے داری ہوتی ہے

سوال: حدیث کا مفہوم ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ذرہ بھی حرکت کرتا ہے اللہ کے حکم سے تو خودکشی جو کرتے ہیں اس کی وضاحت فرمائیے ۔

جواب: وُہ بھی اللہ کے ہی حکم سے ہوتی ہے موت تو اللہ ہی دیتا ہے اللہ نے انسان کو عقل دے دی ہے یہ زہر ہے کھاؤ گے تو مرجاؤ گے زہر میں تاثیر بھی اُسی نے پیدا کی لیکن کھانے کا ارادہ اور فعل وُہ انسان نے خوُد کیا زہر میں موت پیدا کرنے کا اثر تو رب نے پیدا کیا آپ نے گولی ماری تو گولی کو پھاڑنے کی طاقت اُس زخم سے مرنا یہ تو فعل اللہ کا تھا لیکن اُس کا فیصلہ مارنے والے نے کیا جب

کا اُسے حق نہیں تھا۔ اسی طرح خُود کو مارنے کا حق بھی کسی انسان کو حاصل نہیں۔

سوال، دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد کیسے کی جا سکتی ہے؟

جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اللہ کی جگہ مجھے پکارو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس زمانے میں یہ فرماتے کہ لوگو! مجھے سجدہ کرو تو شاید جھگڑا نہ ہوتا لوگ آپ کو سجدہ کرتے بچپن سے لے کر چالیس برس تک سارے مکے کے لوگ ایسا بے عیب ایسا بے داغ ایسا روشن ایسا پاکیزہ ایسا سچا ایسا کھرا سمجھتے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی اور اگر آپ نبی نہ ہوتے نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرتے تو شائد آپ کے وصال کے بعد مکے والے آپ کا بھی بُت بنا کر ۳۶۰ کی جگہ ۳۶۱ کر دیتے پہلے وُہ اسی چیز کی پُوجا تو کرتے تھے کہ فلاں بھی اچھا آدمی ہے اُس کا بُت بناؤ فلاں نیک تھا اُس کا بناؤ تو اگر حضورؐ بھی دعوت دیتے کہ مجھے سجدہ کرو تو میں نہیں سمجھتا کہ لوگ اتنا بھڑک اُٹھتے جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کو سجدہ کرو اور آپؐ نے کہا کہ میں بھی اُس کا بندہ ہُوں تم کرو میں بھی کرتا ہُوں مل کر کرتے ہیں میں معبود تو نہیں ہُوں جتنے معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیے جو کفارِ مشرکین نے بھی دیکھے اُن کی عقل دنگ رہ گئی کنکروں نے کلمے پڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج کی جو خبریں دیں تو بے شمار معجزات جن کی تفصیل نہیں گنی جا سکتی تو وُہ سارے دیکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اس لحاظ سے تو مانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے کہ میرے سامنے جھکو ہر جادُوگر کے سامنے جھک جاتے تھے ہر کاہن کے سامنے جھک جاتے تھے سجدہ کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ کرتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت نہیں دی فرمایا مالک وُہ ہے میرا بھی تمہارا بھی۔ میں تمہیں اُس کا راستہ بتا سکتا ہوں اُس سے مانگنے کا سلیقہ سکھا سکتا ہوں وُہ کس بات پر راضی ہو گا یہ بتانا میرا کام ہے کس کام سے خفا ہو گا یہ میرا کام ہے لینا دینا تمہارا تمہارے مالک کا کام ہے نبی کریمؐ کی بہت بڑی امداد یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں اللہ کا راستہ بتایا۔ جو اُن کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

اَب دیکھیں قرآن حکیم کا حکم ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ ولا تجھروا بالجھر قول بعضکم بعض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ کرو اور جس طرح آپس میں باتیں کرتے ہو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے تکلفی سے مخاطب نہ کرو اگر کرو گے ان تحبط اعمالکم تمہاری سب نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اَب ایک آدمی یہاں سے لاؤڈ سپیکر لگا کر آواز دیتا ہے یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا کردار اور قرآن کی اس ریت کا تقابل کر کے مجھے سمجھائیں کہ وُہ کیسے کرتا ہے وُہ جرأت کیسے کرتا ہے۔ اور اگر اس پر وُہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے ہیں حضورؐ حاضر ناظر ہیں تو پھر تو کئی گنا گستاخی کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کرتا ہے پھر تو اُسے بالکل دم نہیں مارنا چاہیے۔ تو یہ سب رسُومات ہیں۔

سب حضرات میری بات پُورے غور سے سُنیئے گا میں آپ کو اصول بتا دُوں جتنے گمراہ لوگ ہُوتے اور جتنے باطل مذہب ہیں اُن کی بنیاد دنیوی مفاد پر ہے افریقہ کے جنگلوں اور انسانوں کو کھانے والے قبائل کی رسُومات سے لیکر کافرستان کے سیاہ کافروں کی رسومات لے لیں آپ دُنیا کے ایک گوشے سے دُوسرے گوشے تک گمراہ مذاہب کی فہرست لے لیں تو ہر عبادت کے ساتھ دُنیا کا مفاد وابستہ ہو گا۔ اسلام ان سب سے الگ تھلگ ایک چیز ہے دنیا میں بھوک آئے یا تنگی، دُنیا میں صحت آئے یا بیماری، دنیا میں حکومت ملے یا جیل، اس سے پناہ تو آپ مانگ سکتے ہیں آپ نعمت کا مطالبہ دُعا تو اللہ سے کر سکتے ہیں لیکن آپ اُسے اپنے اسلام اور اپنی عبادت کی شرط نہیں بنا سکتے۔ عبادت کی جگہ اللہ کا قرب ہے حکومت وسلطنت نہیں ہے جیل بھی آ جائے تو عبادت کرنی ہو گی کہ حکومت مل جائے تو عبادت کرنی ہو گی اسلام نے دنیوی مفاد کو مفادات سے الگ کر دیا ہے

لیکن کام اللہ ہر ایک کے کرتا ہے کریکے ذرائع اور اسباب بنا دیے ہیں وُہ ذرائع اور اسباب اختیار کرو محنت کرو اللہ سے دُعا کرو جو ملے اُس پر اُس کا شکر ادا کرو۔

اَب رہ گئی عبادت آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یا آپ اللہ کی نماز پڑھتے ہیں تو وُہ ہے قربِ الٰہی کے لیے دینوی کاموں کے لیے ہے ہی نہیں اسلام کی بنیاد ہی بالکل الگ ہے یہ سارا تماشا تب بنتا ہے جب ہم دینوی کاموں میں کافروں کی دیکھا دیکھی دنیاوی معاملات مذہبی عبادات میں لے آتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ میں نماز پڑھتا ہُوں مجھے بخار نہیں ہونا چاہیے بھئی بخار کا نماز کے ساتھ کیا تعلق وُہ تو نمازی کو بھی ہوگا بے نمازی کو بھی ہوگا۔ یا میں نماز پڑھتا ہوں۔ میرا تجارت میں نقصان نہیں ہونا چاہیے بھئی تم غلطی کرو گے تمہارا نقصان ہوگا۔ بے نمازی غلطی کریگا اُس کا ہوگا وُہ نفع بھی ہوگا نقصان بھی ہوگا تجارت کے اپنے اصول اور قاعدے ہیں وہاں تو کفر اور اسلام بھی شرط نہیں اُسکے تو اپنے اصول ہیں اور اپنے قاعدے ہیں ان کی دیکھ بھال کرو۔

تو یہ غلط ملط کر دیا گیا معاملات دُنیا یا دنیاوی کاموں کے لیے امداد کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی دُنیا کے اللہ نے ذرائع اور اسباب بنائے ہیں اور دُعا کرنے کا حکم دیا ہے نبی پاکؐ نے فرمایا کہ تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اپنے ربّ سے مانگو بڑی سادہ سی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اپنے ربّ سے مانگو تمہارا رب تمہارے قریب ہے تمہارے پاس ہے سنتا ہے دیتا ہے۔

سوالات از سالکین۔ ۹ر اپریل ۱۹۹۱ء (دار العرفان)

سوال از حضرت کرنل صاحب و جواب از قبلہ و کعبہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی دار العرفان سالانہ اجتماع ۱۹۹۰ء

سوال: حضرت ایک سوال ہے جو بچے ہوتے ہیں۔ دس پندرہ سال کے اُن کے قبر میں کیا کوئی سوال ہوتا ہے یا نہیں۔

جواب: ہر مرنے والا اِس عجیب و غریب سوال سے دوچار ہوتا ہے۔ ہر مرنے والا خواہ وہ بچّہ ہے یا بڑا مومن ہے۔ یا کافر وہ بچّہ دُنیا میں سانس لیتا ہے۔ اُس نے دو سانس لیے یا اڑھائی اور مر جاتا ہے وہ بھی اُسی طرح مکلف ہے۔ اُس کا نام بھی رکھا جائے گا۔ اُس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔ اُس کے لیے دُعا بھی کی جائے گی۔ اب رہی یہ بات کہ سوال و جواب میں نرمی اور شدت ہر آدمی کے کردار اور اُس کے ایمان کے مطابق ہوگی۔ بچّہ ہے اگر اُس کا کردار معصومانہ ہے اگر وہ بالغ ہی نہیں ہُوا ایمان کا مکلف ہی نہیں ہُوا تو اُس سے پرسش کا انداز دوسرا ہے۔ مکلف ہے تو اُس سے پرسش کا انداز دوسرا ہے۔ مومن ہے تو انداز دوسرا ہے۔ کافر ہے تو انداز الگ ہے۔ تو ان کیفیات میں یا اُن صورتوں میں تو فرق ہے۔ لیکن سوال و جواب ہر ایک سے ہوتے ہیں۔ بجز نبی علیہ السلام کوئی بھی اُس سے بری نہیں، کوئی مستثنیٰ نہیں ہے اور سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث تو اپنے وقت پر ہوئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی جتنی مخلوق گزری ہے اُن میں بھی منکر نکیر کے سوالوں میں اُن میں بھی یہ سوال موجود ہوتا تھا کہ اس ہستی کے بارے آپ کیا کہتے ہیں:۔ اِس لیے کہ ساری انسانیت از اوّل تا آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتی ہے اور پہلی اُمتوں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ایسا ہی فرض تھا جیسا ہم پر ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ وہ اپنے نبیوں سے سُن کر آپؐ کی ذات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوصاف پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر ایمان لاتے تھے۔ ہمارا ایمان براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور اُن کا ایمان اپنے نبیوں کے وساطت سے تھا۔ تو چونکہ نوع انسانی کے ہر فرد کے لیے

ضروری ہدایات

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں کوئی لمبی بات نہیں کرنا چاہتا۔ صرف چند ہدایات چند تجاویز اور چند باتیں ہیں جو میں آپ کو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ سارا سلسلہ اور سارا نظام محض اس غرض سے ہے کہ جسے بھی طلب ہو وہ یہاں آئے اور ان کیفیات کا کوئی عشرِ عشیر کوئی ذرہ جو ہمیں نصیب ہوا ہے وہ کیفیات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے تقسیم ہوئیں وہ کیفیات جن کا نتیجہ تزکیہ قلب ہے۔ وہ کیفیات جس نے ایمان لانے والے کو صحابی بنا دیا۔ وہ کیفیات جو صحابہؓ کے سینے سے حاصل کرنے والے تابعی کہلائے۔ وہ کیفیات جن کے امین اہل اللہ کے قلوب اور سینے ہوا کرتے ہیں اُن کا کوئی ذرہ اگر ہمیں پہنچا ہے تو ہر وہ شخص جو اس کا طالب ہو وہ یہاں تشریف لائے ہم بھی محنت کریں وہ بھی مجاہدہ کرے اور ان کو منتقل کرنا یا اُن کو اس تک پہنچانا یہ اللہ کریم کا اپنا کام ہے اور جس کے نصیب میں ہو وہ لے جائے۔

ہمیشہ اہمیت مقاصد کی ہوا کرتی ہے۔ اُس کے علاوہ جو باتیں ہوتی ہیں اُن کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ مقصد جتنا بڑا ہو اُس میں اُتنی زیادہ تکالیف بھی ہوتی ہیں، مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ اتنا بڑا رسک بھی ہوتا ہے پرانے ساتھی جنہیں حضرت جیؒ کا زمانہ یاد ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ اجتماعات شروع ہیں، دُور جنگل میں میرا ایک جھونپڑا سا ہے، اُس میں ہوا کرتے تھے۔ ایک دو سال نور پور میں منعقد ہوئے۔ پھر یہاں منارہ منتقل ہوئے تو ہم سکول کی عمارت میں جمع ہوتے تھے۔ حضرت جیؒ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ اُس میں کوئی فرش نہیں تھا۔ کمرے کچے تھے۔ صحن کچا تھا۔ نہ صرف کچا تھا بلکہ ناہموار تھا۔ بڑی بڑی چٹانیں تھیں لیٹنے کے لیے چٹائیاں میسر آتی تھیں اور ایک آدمی کے وجود میں پانچ پانچ بل پڑ جاتے تھے۔ کہیں سے پتھر اُونچا ہوتا تھا۔ کہیں سے نیچا ہوتا تھا۔ دال روٹی میرے گھر میں پکا کرتی تھی اور میں اُسے خود اُٹھا کے لے آتا تھا جو دس بیس ساتھی ہوتے تھے ہم بانٹ کر کھا لیتے تھے۔ اُس میں کوئی تکلف کوئی تردد کچھ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ چٹائیوں پہ لیٹنا، وہ تکلیف میں رہنا۔ ہم پانی منگوایا کرتے تھے گاڑیوں میں ڈرم رکھ کر پھر ساتھی گھڑوں اور بالٹیوں سے اُس پانی کو ٹینک میں ڈالتے تھے۔ اور وضو کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ایک بہت مشکل دشوار سی زندگی تھی۔

اُن لوگوں کو جو اُس وقت تھے اُنہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ بعض لوگ ایک ایک ہفتہ رہتے تھے۔ یہاں آ کر لطائف شروع کرتے اور جب وہ جا رہے ہوتے تو وہ فنا فی الرسول یا فنا بقا تک مراقبات کر چکے ہوتے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ وہ لوگ آج تک اُسی ڈگر پہ اُسی راستے پہ اور اُنہی کیفیات کے امین روئے زمین پر اللہ کے نام کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

الحمد للہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں مانگے کی عمارت کی بجائے بہت بڑی وسیع اور شاندار عمارت عطا فرمائی۔

روکھی سوکھی اور دال دلیے کی بجائے اُس نے ہمیں ایک بہترین بلڈنگ، ملازم اُس کا ڈائننگ ہال اُس کے کھانے کا اہتمام اُس کے قیمتی برتن اور وہ سارا کچھ عطا فرمایا۔ پانی الحمدللہ یہاں نہروں کی طرح جاری ہے۔ بجلی لگی ہوئی ہے۔ پنکھے لگے ہوئے ہیں فلش سسٹم ہوئے ہیں۔ گاڑیوں کی پارکنگ الگ ہے۔ لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام الگ ہے۔ اور بہت ہی جدید قسم کی رہائش ہمیں میسّر آتی ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ ہم اِس رہائش اور اِس کھانے اور گاڑیوں وغیرہ میں اُلجھتے جارہے ہیں اور اصل مقصد پہ نگاہ کم ہوتی جارہی ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ پتھروں پہ سو لیتے تھے آج دو دن بجلی بند ہوئی ہے۔ تو انہی ساتھیوں نے اکیڈمی کی ساری چارپائیاں بچّوں سے کیوں لے لی ہیں۔ بچّوں کا کیا قصور ہے۔ اگر آپ کو آرام سے رہنا ہے تو آپ گھروں میں آرام سے رہ سکتے ہیں کس نے آپ کو ایڈوائس کیا ہے کہ آپ گھر کا آرام چھوڑ کر یہاں آجائیں۔ اگر مقصد آرام کرنا ہے تو وہ گھر میں ہے میرے گھر میں جنریٹر لگا ہُوا ہے بجلی بند ہو تو ساری رات جنریٹر چلتا ہے۔ گھر میں بجلی ہوتی ہے۔ ائر کنڈیشنر چلتا ہے لیکن جب سے اجتماع شروع ہُوا ہے۔ مَیں یہاں آپ کے ساتھ رہتا ہوں مَیں بیڈ پر نہیں سو سکتا وہاں گرمی ہوتی ہے۔ مَیں آپ کے ساتھ فرش پر دروازہ کھول کر سوتا ہوں۔ ساری رات پنکھی چلاتا ہوں۔ مجھے تو تکلیف نہیں ہوتی۔ مَیں نے چارپائی نہیں مانگی میرے کمرے میں چارپائی پڑی ہے۔ مَیں نے اُسے استعمال نہیں کیا۔ اس لیے کہ چند گھنٹے گزارنے میں عشاء کا ذکر نصیب ہوجائے پھر سحری کا ذکر نصیب ہوجائے تو درمیان میں جو دو تین گھنٹے وقفہ ہے وہ جتنا جاگتے گزرتا ہے وہ سونے سے زیادہ مزے دار ہے کہ کچھ نہ کچھ ذکر اذکار ہوتے رہتے ہیں۔ تو مجھے یہ بات پسند نہیں آتی۔ اگرچہ مَیں نے اکیڈمی والوں کو ایڈوائس کیا ہے کہ آپ کو چارپائیاں نہ دیں۔ لیکن آپ مانگیں ہی کیوں۔

کوئی تکلف نہیں چلے گا۔ سب برابر لوگ ہیں۔ سب بھائی ہیں، سب مسلمان ہیں اور سب ایک مقصد کے طالب ہیں۔ سب کے کھانے کے لیے ایک جگہ پکتا ہے اور سارے لوگ ایک جگہ بیٹھ کر ایک دسترخوان پر کھائیں گے۔ یہ بات خواہ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے ایک طرح سے رہیں گے۔ آپ کو نیچے گرمی لگتی ہے تو آپ چھت پر جاکر لیٹ جائیں۔ لیٹنا آپ کو اپنے بستر پر ہوگا۔ اگر آپ دری سرہانہ لائے ہیں تو اُسے استعمال کریں نہیں لائے تو اینٹ سر کے نیچے رکھیں اور لیٹ جائیں۔ کسی تکلف کی اُمید نہ رکھیں۔ کوئی آپ کے ساتھ تکلف نہیں برتے گا۔ کسی خوشامد کی توقع نہ رکھیں کوئی آپ کی خوشامد نہیں کرے گا۔ جہاں آپ کو خوشامد اور تکلف ملے گا۔ وہاں خوشامد ملے گی تکلف ملے گا۔ دین نہیں ملے گا کیفیات نہیں ملیں گی۔ اور جہاں یہ دولت ملے گی وہاں کوئی آپ کی خوشامد نہیں کرے گا اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ آپ کو لینے کے لیے خوشامد نہ کرنا پڑے گی۔

جہاں تک اِس اجتماع کا دوسرا پہلو ہے وہ ہے خواتین کا اجتماع۔ صرف اُن بچیوں کو اُن خواتین کو ملاقات کے لیے یا چند روز رہنے کے لیے آنے کی اجازت ہوگی جو اپنے گھر میں یا اپنے شہر میں اجتماعات خواتین کے لیے منعقد کرتی ہیں، خواتین کو جمع کرتی ہیں۔ اُنہیں دین سکھاتی ہیں۔ اُنہیں ذکر سکھاتی ہیں اگر وہ خواتین یا وہ بچیاں آنا چاہیں تو اپنے محرم کے ساتھ آئیں پردے میں رہیں۔ جو بات سیکھنا چاہیں سیکھیں۔ جو پوچھنا چاہیں پوچھیں اور محدود وقت کے لیے رہیں لمبے عرصے کے لیے نہیں۔ جو خواتین محض ذکر سیکھنا چاہتی ہیں وہ اپنے گھروں میں رہیں۔ اپنے شہر کے اجتماع میں ذکر سیکھیں۔ شہر کی خواتین سے ذکر سیکھیں۔ یا جو صاحب مجاز حضرات تشریف لے جاتے ہیں، وہ تربیت کریں۔ ذکر سکھائیں۔ لیکن اُس ذکر میں بھی اُس اجتماع میں بھی خواتین کے پردے کا اہتمام ہوگا۔ ساتھی

جو ذکر کریں گے اُن کا الگ ہوگا۔ سامنے پردہ ہوگا۔ جو بات پوچھنا چاہے تو اپنے پردے سے پوچھے۔ اپنے عزیزوں سے اپنے خاوند سے، اپنے بیٹے سے، اپنے بھائی سے کہیں وہ پوچھ کر دے۔ لکھ کر بھیج دیں۔ اُس کا لکھ کر جواب دیا جائے گا۔ اور زیادہ سے زیادہ وہاں محنت کریں زیادہ خلوص کے ساتھ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ وہاں سے بھی دُور نہیں ہے۔ انشاء اللہ وہ برکات انہیں وہاں بھی پہنچتی رہیں گی۔

یہ دو چار باتیں تھیں جو مَیں آپ حضرات کو بتانا چاہتا تھا۔ اور مَیں نہیں سمجھتا کہ ان میں کسی ترمیم کی کوئی گنجائش ہو آپ احباب کے لیے مَیں کسی تنگ نظری سے بات نہیں کر رہا۔ آپ کے لیے بھی موقع ہے۔ کھُلی بات ہے آپ کو اگر کوئی بات اس میں سے پسند نہیں آئی کسی بات پر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ تو بسم اللہ آپ فرمایئے۔ آپ اگر سمجھتے ہیں کہ جو باتیں مَیں نے کی ہیں اُس میں سے کوئی بات نامناسب ہے۔ اُس میں کچھ ردّ و بدل ہونا چاہیئے۔ آپ فرمایئے مَیں حاضر ہوں۔

بلا تکلف یہاں کوئی تکلف نہیں چلتا۔ کام اللہ کا ہے۔ کام دین کا ہے۔ مَیں بھی ایک ورکر ہوں آپ بھی اُسی طرح کے ایک ورکر ہیں۔ جیسے آپ طالب ہیں ویسا مَیں طالب ہوں۔ آپ اگر مجھ سے توجہ کے طالب ہیں تو مَیں بھی کسی دروازے پر توجہ کی اُمید لیے بیٹھا ہوں۔ غنی کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم سب فقیر ہیں۔ بات کرنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ تو آپ کو بھی حاصل ہے اگر اللہ نے مجھے جماعت کی خدمت اور سربراہی دی ہے تو مَیں فیصلہ دے سکتا ہوں لیکن آپ کو بھی بات کرنے حق حاصل ہے کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوگا جس میں آپ کو بات ہی کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ میری یہ ذمّہ داری ہے کہ مَیں دینی بھی اور دنیوی بھی دونوں اعتبار سے اس معاملے کو نگاہ میں رکھوں۔ اللہ نے جو مجھے سمجھ عطا فرمائی۔ اُس کے مطابق جو مَیں بہتر سمجھ رہا ہوں

مَیں وہ بات آپ کے سامنے کر رہا ہوں۔ اس میں آپ کو کوفت ہو تکلیف ہو سختی ہو آپ پر تو آپ برداشت کیجیئے مجاہدہ ہے یہاں کوئی پکنک نہیں ہے یہاں کوئی آرام نہیں ہے۔ یہاں آرام کے لیے نہ آپ آئے ہیں نہ یہ آرام کرنے کی جگہ ہے۔ یہ تو ایک مجاہدہ کرنے والی بات ہے آپ دو دن رہیں گے چار دن رہیں گے۔ دس دن رہیں گے تو آپ کو مجاہدہ ہی کرنا ہوگا۔ آپ اِن لوگوں کو دیکھیں جو لاکھوں روپے کرایہ خرچ کر کے امریکہ سے آتے ہیں کوئی اُن کے لیے علیحدہ اہتمام نہیں، کسی پنکھے کا نہیں ہے۔ کسی چارپائی کا نہیں ہے کسی بستر کا نہیں ہے۔ کسی خوراک کا نہیں ہے۔ ہر آدمی اُسی طرح سے اُسی پر اس سے گزر رہا ہے۔ گرمی ہے تو گرمی برداشت کر رہا ہے۔ ٹھنڈ ہے تو ٹھنڈ برداشت کر رہا ہے۔ اگر کوئی دیسی ہے یا باہر کا ہے۔ کوئی پُرانا ہے یا نیا ہے۔ میرے خیال میں کسی کے ساتھ کوئی فرق نہیں۔ ذکر میں سب کو ایک جیسی توجہ ملتی ہے۔ اور اُسے قبول کرنا ہر ایک کی اپنی استعداد ہے۔ اُس کے ساتھ اپنا اُس کا مجاہدہ ہے اور اپنا اُس کا خلوص ہے۔

یہ تھیں چند گذارشات جو مَیں عرض کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کوئی لمبی تقریر کی بات نہیں تھی۔ اللہ کریم ہم سب کو ہدایت پہ قائم رکھے۔ میرے خیال میں آپ اِن باتوں پہ مجھے دوبارہ کہنے کا موقع نہیں دیں گے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : ضروری ہدایات

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان ضروری ہے۔ تو ہر فرد پر قبر میں یہ سوال ہوتا ہے۔ خواہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مبعوث ہوئے تھے۔ تو بھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مبعوث نہیں ہوتے تھے تو اس سے پہلے بھی جو گزرے اُن پر یہ سوال بھی ہوتا تھا جو تیسرا سوال حدیث میں آتا ہے۔ ما تقول فی حق ھذا الرجل۔ اور کوئی بات۔

حافظ عبدالرزاق

شریعت بل "پاس" ہو گیا

"اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی قومی اسمبلی نے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں اس کے وجود میں آنے کے بعد نصف صدی گذرنے سے پہلے یعنی کوئی ۴۴ برس بعد شریعت بل پاس کر دیا۔ البتہ یہ بل اتفاق رائے سے نہیں بلکہ کثرتِ رائے سے پاس ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بل کے حق میں رائے دینے والوں کا موقف یہ تھا کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے ۴۴ برس تک اس حقیقت پر مسلسل غور کیا اور آج اس نتیجے تک پہنچے۔ کہ اللہ اور رسولؐ کا قانون واقعی اس قابل ہے۔ کہ "کسی حد تک" اس سے کام "لیا جاسکتا ہے"۔

جن "برگزیدہ" یعنی منتخب نمائندوں نے اختلاف کیا ان کا موقف یہ تھا کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لیے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ بھی ہے اور رسولؐ بھی ہے اور چونکہ ہمارے وجود میں آنے کا سبب "جمہوریت ماتا" ہے۔ اس لیے ہم "ماں کی ممتا" سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا اعلان کرتے ہیں کہ چونکہ اللہ و رسولؐ دونوں غیر منتخب حکمران ہیں اس لیے ان کے قانون کے حق میں ووٹ دینا گویا آمریت کے حق میں ووٹ دینا ہے۔ اس لیے ہم "جمہوریت ماتا" سے بیوفائی کرتے ہوئے شریعت بل کے حق میں ووٹ دینے کو "ماتا" سے غداری کے مترادف سمجھتے ہیں۔

دلیل تو دوسرے گروہ کی قوی تھی مگر چونکہ ایوان میں کثرت پہلے گروہ کی تھی اس لیے ۴۴ برس کی محنتِ شاقہ کے بعد شریعت بل پاس ہو گیا۔

اس بل کی تیاری میں جن نابغہ روزگار برگزیدہ ہستیوں نے حصہ لیا ان کی دانش اور ہاتھ کی صفائی قابلِ داد ہے۔

اوّل تو اس بل کی دفعات میں ایسا قدرتی ربط ہے کہ ایک کے بعد دوسری دفعہ یوں سامنے آتی ہے جیسے "بیج سے ڈُس" نکلتے ہیں اور رفتہ رفتہ تنا اور درخت بن جاتا ہے۔

مثلاً دوسری دفعہ ہے۔ اس ایکٹ میں "شریعت" سے اسلام کے احکام مراد ہیں جس طرح قرآن پاک اور سنّت میں منضبط کئے گئے ہیں"۔

سوال یہ ہے کہ احکام منضبط کس نے کئے؟ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ لہٰذا یہ احکام اللہ نے منضبط کئے۔ اور "سنّت" قرآن پاک کی وہ علمی اور عملی تفسیر اور تعبیر ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ مگر سنّت کے احکام منضبط کس نے کئے؟ اس کا ذکر نہیں۔

اس دفعہ کی تشریح: ۱۔ شریعت کی تفسیر اور تعبیر کرتے

ہوئے قرآن پاک اور سُنّت کی تفسیر اور تعبیر کے مسلمہ اصول کی پابندی کی جائے اور اسلام کے "مسلمہ فقہا" کی تشریحات اور آرا کا لحاظ رکھا جا سکے گا۔"

پہلے تو یہ کرنا پڑے گا کہ "اسلام کے مسلمہ فقہا" کون کون ہیں؟۔ مگر اس کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ان کی تشریحات کا صرف "لحاظ رکھا جا سکے گا"

یعنی لحاظ رکھنا ضروری نہیں۔ صرف لحاظ رکھا جا سکتا ہے۔ تبرک کے طور پر۔ اصلی تشریح وہ ہوگی جو غیر مسلمہ اور غیر فقہا اور غیر اسلامی شارح کریں گے۔

یہ ہے دانشورانہ کمال فنکاری۔

دفعہ ۳۔ شریعت کی بالادستی:۔ شریعت یعنی اسلام کے احکام جس طرح کہ قرآن پاک اور سنّت میں "منضبط کئے گئے ہیں" پاکستان کا "اعلیٰ ترین" قانون ہوں گے۔

یہ دفعہ شریعت بل کی بنیاد ہے۔ اور اس کی جان ہے مگر ملک بھر کے علماء اور مفتیانِ کرام نے اس دفعہ کے ساتھ ایک استثنا کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس استثنا کی وجہ سے اس بل کو شریعت کے ساتھ مذاق، شریعت کی توہین اور اسلام سے غداری کا شاہکار قرار دیا ہے۔

وہ استثنا یہ ہے:۔ "بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل تبدیل نہ ہو" اس استثنا کے بعد اس بل کا مطلب یہ ہوا کہ:۔

(۱) پنچوں کا آنا سر آنکھوں پر ہمارا پرنالہ وہیں رہے گا۔

(۲) خدا کا قانون سر آنکھوں پر بشرطیکہ وہ ہماری من مانی کرنے میں مخل نہ ہو۔

(۳) قرآن و سنّت پاکستان کا اعلےٰ قانون ہوں گے۔ بشرطیکہ ہماری کرسی کو نہ چھیڑیں۔

(۴) ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمیں کفر سے نہ روکا جائے۔

(۵) ہم خدا اور رسولؐ کو مانتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمیں بُت پرستی پر قائم رہنے دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ ہم دوا کھانے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ ہمیں زہر کھانے سے نہ روکا جائے۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ دُرست مگر شریعت بل پاس کرنے والے کوئی ایرے غیرے نہیں بلکہ CREAM OF THE NATION ہیں۔ بالغہ روزگار ہیں۔ برگزیدہ لوگ ہیں۔ اس لیے یہ عقل کل جب موجودہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل کو قرآن و سنّت سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور آخر اس میں کوئی خوبی ہوگی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خوبی ایک نہیں بلکہ از اوّل تا آخر خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ مثلاً

(۱) موجودہ سیاسی نظام، خدا بیزار، اسلام دشمن، مغربی اقوام کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ میکیاولی قسم کے دماغ اس کی تیاری میں مصروف رہے۔ تو قرآن و سنّت بھلا اس کے تقدس کو پامال کرے تو کتنے دُکھ کی بات ہے۔

(۲) موجودہ سیاسی نظام کی بنیاد یہ ہے کہ چور، ڈاکو، کنجر، بھانڈ ڈوم گنوار مل کر جو فیصلہ دیں وہی حق ہے۔ دیکھئے کتنا معقول نظام ہے۔

(۳) ایک گنوار اور ڈوم کا فیصلہ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا فیصلہ برابر وزن رکھتے ہیں۔ ان میں بال برابر فرق نہیں۔ یہ ہے عقل کی معراج۔

(۴) حق وہ ہے جس کو اکثریت حق کہے۔ یعنی سو میں سے ۵۱ آدمی کہہ دیں کہ زنا حلال اور جائز ہے تو اسے لازماً حلال تسلیم کرنا پڑے گا۔ مگر قرآن کہتا ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون اور وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل الله۔ لہٰذا قرآن کی بالادستی

(باقی صفحہ پر)

خود آگاہی

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

تقاضا ایمان یہ ہوتا ہے کہ ایمان جس جنس کا نام ہے ایمان جس کیفیت کو کہتے ہیں ایمان جس حال کا نام ہے وہ یہ ہے اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم کہ مومن کو جب اللہ کی طرف دعوت دی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی جائے یا اللہ اور اللہ کے رسول کا فیصلہ سنایا جائے یا یہ دعوت دی جائے کہ آپ کی بات یا جو آپ کا مسئلہ ہے جو آپ کو صورت درپیش ہے اس کا فیصلہ اس بارگاہ سے لیتے ہیں ان یقولوا سمعنا واطعنا تو اس کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں چاہتا ہی یہی ہوں کہ جو فیصلہ بھی اللہ کی طرف سی ہو جو حکم بھی اللہ کے رسول کا ہو اس کے مطابق میں عمل کروں اس میں خواہ اسے مشقت اٹھانا پڑے خواہ اسے مال دینا پڑے خواہ اسے مالی نفع ہو خواہ اسے مالی نقصان ہو خواہ اس پر کوئی بوجھ پڑے خواہ اس میں اسے آرام ملے وہ ان سب چیزوں سے بالاتر ہو کر اپنے ذاتی نفع و نقصان سے اپنے ذاتی آرام اور تکلیف سے اپنی ذاتی خواہشات اور جو ضروریات ہیں ان سے بالاتر ہو کر ایمان کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس بات پہ خوش ہو جاتا ہے کہ یہی میری مراد بھی ہے یہی میرا مقصد حیات بھی ہے کہ جو حکم اللہ کا ہے اور جو منشاء اللہ کے رسول کی ہے اس کے مطابق یہ بات طے ہو اب اللہ کریم فرماتے ہیں حق بھی یہی ہے ومن یطع اللہ ورسولہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ کی اطاعت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی کا نام اللہ کی اطاعت ہے چونکہ روئے زمین کی ساری انسانیت کے پاس صرف ایک ہستی ہے اور وہ ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس بات کا اکیلا گواہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے یہ اللہ کا کلام ہے یہ اللہ کے نام ہیں یہ اللہ کی صفات ہیں اس بات پہ اللہ خوش ہوتے ہیں اس بات پہ اللہ کریم خفا ہیں یہ چیز حلال ہے یہ حرام ہے یہ پورا آپ کا دین ابتدا سے لے کر انتہا تک اس میں جتنے عقائد ہیں اس میں جتنے اعمال ہیں اس میں جتنے ثمرات کا وعدہ ہے اس میں جو جزاء و سزا کا عقیدہ و نظریہ ہے اس سارے کا مدار صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیلی ذات پر اعتماد کے متعلق ہے کوئی دوسرا ایسا گواہ روئے زمین پر نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ جب یہ وحی نازل ہو رہی تھی تو یہ بات میں بھی سن رہا تھا ۔

جو حضور ؐ فرماتے ہیں میں بھی اس کا گواہ ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے لہٰذا اللہ کی اطاعت صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نام ہے

یہ جو ہمارے زمانے میں تفریق گھڑی گئی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں جی آپ یہ قرآن سے ثابت کریں حدیث سے نہیں تو صاحب حدیث کو چھوڑ کر آپ قرآن سے ثابت کریں حدیث سے نہیں تو صاحب حدیث کو چھوڑ کر آپ قرآن سے ثابت کریں یعنی آپ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اگر کسی ارشاد پر کسی کو اعتبار نہیں آتا تو وہ صاحب حدیث کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے الگ ہو کر قران کا قران ہونا ثابت ہی تب ہو گا کہ آپ یہ اقرار کریں گے کہ نبی کریم نے فرمایا ہے یہ قران ہے اس کے علاوہ اور قران کو قران ہونے کی کوئی شہادت نہیں یعنی قران کا ثبوت حدیث سے ہے کہ یہ قران ہے حضورؐ کا ارشاد کہ یہ قران ہے جو آپ نے قران میں نقل نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اسے الگ لکھ لو یہ قران ہے وہی ثبوت ہے قران کے قران ہونے کا خود قران کے قران ہونے کا ثبوت حدیث ہے تو دوسرے احکام کی ثبوت حدیث کیسے نہیں ہو گی ۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ علماء حقہ نے حدیث کی صحت پر حدیث کی روایت پر حدیث کی راویوں پر ان کے حافظے پر ان کے کردار پر ان کے حالات پر اتنی بحث کی ہے اور اتنی تحقیق کی ہے اور یہ حق بھی بنتا ہے کہ ہر بات کو بغیر تحقیق قبول کر لینا یہ اسلام نہیں ہے جس کا جو جی چاہے وہ حضور کے حوالے سے کہہ دے اور ہم مان لیں یہ درست نہیں ہے بات کو پرکھا جائے گا بلکہ روایت سے بڑھ کر علماء حق درایت پہ وہ فرماتے ہیں روایت صحیح بھی ہو تو اس کی روایت یہ ہے کہ وہ واقعہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان عالی کے ساتھ زیب بھی دیتا ہو بجتا بھی ہو عقل صالح یا عقل سلیم وہ مانتی بھی ہو کہ یہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیب دیتا ہے یہ درایت ہے کہ عقلاً بھی وہ کام ایک صحیح الدماغ آدمی ماننے پہ بھی تیار ہو جائے کہ ایسا ہو سکتا ہے جو کام حضور کے یا اس زمانے کے شایان شان ہی نہ ہو اسے درایت رد کر دے اس کی روایت کا بھی اعتبار نہیں کرتے روایت صحیح ثابت ہو جائے پھر بھی کہتے ہیں کہیں کسی کو غلطی لگ گئی ہو گی اس حد تک احتیاط کرتے ہیں احتیاط الگ بات ہے لیکن حدیث کی اہمیت یا وجود کا انکار محض دین سے فرار ہے اس لئے کہ اللہ کی اطاعت نام ہی رسول کی اطاعت کا ہے اور اس کی بنیاد ہوتی ہے ویخش اللّٰہ۔خشوع قلبی جو اللہ کے ساتھ پیدا ہو جائے خشوع دل کی ایک حالت ہوتی ہے دل ایک حال ایک کیفیت کا نام ہے جس میں اپنے پورے خلوص کے ساتھ اپنی پوری استعداد اپنی پوری قوت کے ساتھ دل اپنا سب کچھ حاضر کر دیتا ہے اسے کسی بھی آدمی کا خشوع کہا جاتا ہے ہر آدمی کی اپنی استعداد ہے ہر آدمی کے خشوع میں اس کی استعداد کے مطابق فرق ہوتا ہے اس خشوع کے ساتھ اطاعت رسالت نصیب ہو تو اس کیفیت کا نام اس ساری کیفیت کا نام تقویٰ ہوتا ہے کہ ظاہراً عمل حضورؐ کی سنت کے مطابق ہو باطنی طور پر دل میں خلوص اور خشوع ہو تو یہ دونوں چیزیں جب ملتی ہیں تو کیا ہوتا ہے

وَیَتَّقْہِ ۔ تقویٰ اختیار کیا اس نے ان دونوں چیزوں کا نام تقویٰ ہے فرمایا جسے یہ نصیب ہو گیا ۔ ایسے لوگ کامیاب ہیں لوگ بڑا زور دے کر پوری قوت سے قسم کھاتے ہیں کہ ہم اللہ کی قسم اگر حضور فرمائیں تو ہم گھر چھوڑ دیں گے ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے اللہ کریم فرماتے ہیں انھیں کہئے میرے حبیب لَاتُقْسِمُوا قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے اسلام جذبات کا مذہب نہیں ہے جوش میں مت آؤ فرمایا ہوش سے بات کرو اس لئے

طاعۃٌ معروفۃٌ جو اطاعت کرے گا وہ سامنے آجائے گا اس میں زور دکھانے کی ضرورت نہیں ہے جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے بھڑکنے کی ضرورت نہیں ہے جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے بھڑکنے کی ضرورت نہیں ہے جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے اسلام جذبات کا نام نہیں ہے اسلام نام ہے آپ کے سنجیدہ ترین فیصلوں کا سوچ سمجھ کر قبول کرنے کا اور بے شک اللہ جانتے ہیں جو عمل بھی تم کرتے ہو اور کتنے خلوص سے تم کر رہے ہو کس ارادے سے کر رہے ہو کتنی گہرائی سے کر رہے ہو کس غرض سے کر رہے ہو اور انہیں فرما دیجئے ۔

اطیعواللہ واطیعو الرسول ۔ اللہ کی اطاعت کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فان تولوا اور اگر اس بات پر تم پورے نہ اترو فانما علیہ ما حمل تو جو

ذمہ داری نبی یا رسول کی ہے وہ اس کی اپنی ہے وعلیکم ما حملتم جو کردار تمہارا ہے اس کی باز پرس تم سے ہو گی جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں اللہ خود دیکھ رہا ہے کس حد تک تم مخلص ہو وہ یہ بھی اس کے علم میں ہے اور یہ بھی جانتا ہے کتنا تم نے عہد نبھایا کتنا تم نے اس کے خلاف کیا اس لئے جیسا جیسا کوئی کرے گا ویسا بھرے گا ہاں ایک بات ہے کبھی بھی زندگی کے کسی لمحے اگر تم یہ عہد کر لو کہ اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا پکا عہد کرتے ہیں اور اسے اختیار کر لو۔

وان تطیعوہ اگر تم اس کی غلامی اختیار کر لو تھتدوا ہدایت پا جاؤ گے کہ جب کبھی فیصلہ کر سکو۔ جب تک ڈگمگا رہے ہو جب تک جھول رہے ہو جب تک گرتے پڑتے جا رہے ہو کبھی مان لیتے ہو کبھی چھوڑ دیتے ہو فرمایا اللہ جانتا ہے جذبات میں مت آؤ گرمی مت کھاؤ جوش میں مت آؤ یہ تو زندگی کا سودا ہے بھائی لمحات کی تو بات نہیں ایک آدھ دن کی بات نہیں اور جب کبھی تم فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہو جب کبھی تم طے کر سکو تو اللہ کریم فرماتے ہیں آخری بات یہ ہے کہ اگر تم میرے نبی کی غلامی کر لو وان تطیعوہ اگر تم اس کے غلام بن جاؤ تھتدوا تو تم ہدایت پائی جاو گے تم اپنے مقصد کو پا گئے

وما علی الرسول الا البلغ المبین اور نبی کے ذمہ صرف بات کو کھول کر پہنچا دینا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی ابہام نہ رہے نبی اس بات کا مکلف نہیں کہ لاٹھی لے کر لوگوں سے زبردستی بات قبول بھی کروائے نبی نے بات کو پہنچا دینا ہوتا ہے بس۔

جو بات میں کرنا چاہتا تھا ہم ساری اس سے گزر کر اتنے لمبے ترجمے سے اب اس پر پہنچے ہیں کہ یہ باتیں کرنے کے بعد رب کریم نے ایک ہمیں امتحان دیا ہے ٹیسٹ دیا ہے ایک پرکھ دی ہے فرمایا اگر تم اپنا ایمان جانچنا چاہو اگر تم اپنا خلوص آزمانا چاہو اگر تم اپنی وفاؤں کو سمجھنا چاہو تو فرمایا وعداللہ الذین امنوا منکم وعملو الصلحت اے امت محمدیہ تم میں سے جو لوگ بھی اور جب کبھی بھی میرے نبی سے وفا کریں گے میں ان سے وعدہ کرتا ہوں میں انہیں خلوص کا امتحان لینا چاہو اگر تم اپنی وفائیں آزمانا چاہو اگر تم اپنے خلوص کا امتحان لینا چاہو اگر تم کوئی ایسا پیمانہ چاہو جسے تم یارڈ سٹک کہتے ہو تم اسے ڈبو کر دیکھ سکو کہ ہم میں کسقدر کہاں تک ہم میں خلوص ہے کتنی ہم میں محبت ہے تو قسمیں نہ کھاؤ دعوے نہ کرو یہ نہ کہو کہ حضورؐ کے لئے میں گھر لٹا سکتا ہوں میں کٹا سکتا ہوں یہ باتیں ہیں کرنے کی اور اسلام محض باتوں کا مذہب نہیں ہے۔

یہاں تو زندگی ہارنے کی بات ہے تو فرمایا اگر تم اپنے آپ کو تولنا چاہو تو اپنا وزن کرنا چاہو اپنے خلوص کو تولنا چاہو اپنی اطاعت کو تولنا چاہو تو میں تمہیں ایک معیار بتاتا ہوں فرمایا یہ میرا رب العالمین کا وعدہ ہے کہ جب کبھی تم میرے نبی کے وفا دار ہو گے میں تمہیں روئے زمین پر حکومت دونگا ایسی حکومت دونگا بڑی عجیب بات ہے اگر اسے اس کے اپنے ماسبق کے ساتھ پورے اس پیرا گراف کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مفہوم سمجھ آتا ہے۔

فرمایا کبھی اگر تم اپنی وفاؤں کا جائزہ لینا چاہو ہر آدمی جب کسی کی دوستی کا دم بھرتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا فقیر اسے اپنی وفاؤں پر بڑا ناز ہوتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کس حد تک وفا کر بھی رہا ہے ہمارے روز مرہ جو ہمارے خاندانی مسائل رشتہ داریوں میں برادریوں میں اپنی اپنی وفاؤں کے جھگڑے ہیں ایک بھائی کہتا ہے میں نے اس کے ساتھ زیادہ احسان کئے تھے نیکیاں کی تھیں دوسرا جو ہے وہ اپنی جگہ خفا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ نیکیاں کی تھیں یہ سمجھ رہا شاید میرے خیال میں کیا کسی نے بھی کچھ نہیں۔ سب نے صرف فرض کر رکھا ہوتا ہے اپنی اپنی جگہ ہم نے ایک فرض کر رکھا ہوتا ہے ورنہ ہر کوئی اپنی گاڑی خود کھینچ رہا ہوتا ہے اور اگر کچھ کیا ہوتا ہے تو شاید بعض لوگوں کو بعض لوگوں پہ حق بنتا ہے اگر کسی بڑے نے

چھوٹے کے لئے یا بعض اوقات کسی بڑے کو ضرورت پڑ گئی چھوٹے نے اس کے لئے کبھی تھوڑی سی مدد اس لیے کر دی اگر کی ہے تو میرے خیال میں اتنا حق بھی بنتا ہے اور اس پر اتنا اکڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی اگر اتنی سی فراخی آجائے تو شاید یہ نا چاکیاں کم ہو جائیں۔

یہی زعم باطل ہمیں اللہ اور اللہ کے نبیؐ سے بھی سرگراں رکھتا ہے ہم اپنی جگہ روٹھے روٹھے رہتے ہیں ہم کہتے ہیں ہم مسلمان بھی ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں اور مصیبتیں بھی ہمارے ہی لئے ہیں کافروں کو تو دیکھو وہ تو عیش کرتے ہیں ان کے پاس حکومتیں بھی ہیں ملک بھی ہیں کوئی بیماری پڑتی ہے تو مسلمانوں پر کوئی آفت آتی ہے تو مسلمانوں پر سیلاب ٹوٹتا ہے تو مسلمانوں پر کوئی قتل و غارت ہوتی ہے تو مسلمانوں میں بڑی عجیب بات ہے اور مسلمان ہی ہیں جن کے دم سے بیت اللہ کی رونق بھی ہے اور قران بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں ہم یہ تو شمار کرتے ہیں لیکن ہم یہ شمار نہیں کرتے کہ ہم نے کتنے روزے اللہ کے لئے رکھے اور کتنے روزے بھی ہم نے فراڈ ہی کیا کتنے سجدے ہم نے خلوص کے ساتھ کئے اور کتنے سجدے بھی للہیت اور خلوص سے عاری تھے ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کب اور کس وقت کس کو سجدہ کرتے ہیں ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری امیدوں کا مرکز کون ہے کس کی اطاعت مقدم اور کس کو ہم نے موخر کر رکھا ہے فرسٹ پر یارٹی ہم نے کس کو دی ہوئی ہے، دنیا کو یا دین کو اولیت ہمارے

ہاں کس کو ہے اگر سادہ سی بات ہے دوسرے درجے میں جو دین رکھا جاتا ہی وہ دین نہیں ہوتا وہ رسومات ہوتی ہیں اور پہلے درجے میں دین کو ثابت کرنا کہ میری زندگی میں دین کو اولیت ہے یہ بہت مشکل کام ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں یہ جو تم خفا خفا ہو میں تمہیں بات بتاؤں روٹھنے کی ضرورت نہیں تم پہلے اپنی وفاؤں کو اپنے مال کو اپنے سرمائے کو اپنی اس نقدی کو تم میری بارگاہ میں میرے حضور پیش کرتے ہو تمہارا سرمایہ کیا ہے تمہاری نقدی کیا ہے جو میں تم سے چاہتا ہوں وہ ہے خلوص دل سے میرے نبیؐ کی غلامی کر لو پیسہ کماؤ پیسہ خرچ کرو شادی کرو گھر بناؤ موٹر خریدو اچھا کھاؤ اچھا پہنو لیکن ان حدود کے اندر رہتے ہوئے جو میرے رسول نے مقرر فرمائی ہیں اگر تم خلوص کے ساتھ یہ کر سکو تو اس کے ساتھ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں زمین پر اپنی نیابت دونگا میرے بعد تمہارا حکم نافذ ہو گا تم حکمران ہو گے میری طرف سے نائب ہو گے میری زمین پر اور ایسا میں نے تم سے پہلے کیا ہے تم سے پہلے جتنی قومیں گزری ہیں جب تک وہ اپنے نبیؐ کے ساتھ وفادار رہیں روئے زمین پر حکمران رہیں جب انہوں نے اپنے نبی سے وفا چھوڑی تباہ ہوگئے۔

اور پھر اس حکومت کا یوں نہیں کہ کفار کی طرح زوئین میں تمہیں ایک سٹیٹ مل جائے تم سمجھو اللہ راضی ہو گیا نہیں جب میں تمہیں خلافت دونگا تو اس کی نشانی یہ ہو گی اسی ملک کی اس سلطنت کی اس حکومت کی ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم یعنی وہ ریاست نہیں ہو گی تمکین دین کا مظہر ہو گی یعنی اس ریاست کی وجہ سے نفاذ اسلام جو ہے اس میں ایک ریاستی قوت آجائے گی پھر کسی کو بھی اسلام کے خلاف کرنے کی کسی جابر کو کسی غریب پر ظلم کرنے کی کسی کو حقوق اللہ یا حقوق العباد میں دراندازی کرنے کی جرات نہیں ہو گی پھر انصاف ہو گا اللہ کا قانون ہو گا اللہ کا ملک ہو گا اللہ کی مخلوق ہو گی اور امیر المومنین کو سر بازار ایک دیہاتی روک کر پوچھ سکے گا کہ ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے اور ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اور کفار کی ہیبت مسلمانوں سے چھٹ جائے گی امن وسکون ہو گا اور کوئی روئے زمین کی طاقت ایسی نہیں ہو گی جو ان کے لئے خطرہ بن کر سر اٹھا سکے صرف میری عبادت کرتے ہونگے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے ومن کفر اورپھر اگر اس کے بعد بھی کسی نے گستاخی شروع کر دی یا نافرمانی شروع کر دی یہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد اپنے ٹریک اپنے راستے سے

بٹ گئے تو پھر وہی بدکاروں والا سلوک ان کے ساتھ شروع ہو جائے گا تو یہ اللہ ایک معیار دے دیا۔

ہم اگر اس کو دیکھنا چاہیں کہ یہ معیار جو رب کریم نے دیا ہے کیا یہ درست ہے پہلی بات تو یہ بھی کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قران کا ہر ہر حرف حق ہے درست ہے اللہ کا کلام ہے دوسری بات یہ ہے کہ اسے نازل ہوئے چودہ صدیاں بیت گئیں چودہ سو سال میں ہم نے یہ دیکھا سب سے زیادہ مفلسی اطاعت شعار خشوع و خضوع والے لوگ صحابہ کرام تھے آج تک بڑے سے بڑا تجزیہ نگار نہیں سمجھ سکا کہ چند خانہ بدوش صحرائے عرب سے اٹھ کر روئے زمین پر حاکم کیسے بن گئے اور اس کے دینوی اسباب کیا تھے آج تک دنیا کے جرنیل اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ ایران کے محاذ سے ہٹ کر روم کے محاذ تک جو افواج خالد بن ولید لے کر تین مہینے کے راستے کو لے کر سولہ دن میں اس صحرا کو اس نے عبور کر لیا کیسے کیا کس طرح سے راشن کا انتظام کیا پانی گھوڑوں کو انسانوں کو کیسے پورا کیا کس طرح سے اس میں سے گزرا آرمی کیسے لے گیا اور پھر وہ سپاہی لڑنے کے قابل کس طرح سے رہے اور وہ فاتح کیسے کہلائے پھر وہ کیسے لڑے۔

یعنی جو کچھ انہوں نے کیا موجودہ سائنس کے ترقی یافتہ زمانے میں بھی اس کا جواب سائنس کے پاس نہیں ہے کہ ایسا کس طرح سے ممکن ہے حالانکہ عملی طور پر تاریخ کا حصہ ہے ایسا کیا گیا یہ کیا تھا یہی اللہ کریم کا وعدہ اور ان کے ایمان کا معیار یہ تھا ان کے خلوص کی گہرائی یہ تھی ان کی اطاعت کی اور ان کی وفاؤں کی اور ان کے جذبوں کی عمدگی کا تاثر یہ تھا کہ روئے زمین پر امن و انصاف ہوا بڑے بڑے ظالم اور بڑے بڑے ظالم گر خاک میں مل گئے اور روئے زمین انصاف سے بھر گیا۔

اب یہ صرف صحابہ کرام سے مختص نہیں بعد میں بھی حکومتیں آئیں ان میں لوگوں نے ظلم کیا رسوا بھی ہوئے لیکن کوئی جہاں ایک بھی منصب مزاج آگیا آپ نے صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کو پڑھا ہو گا جو منافقین میں گھرے ہوئے تھے بے شمار سازشی مسلمان بھی ان کے گرد جو برائے نام مسلمان اور منافق زیادہ تھے اس کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک آدمی کے خلوص نے مسلمانوں کو وہ جرات رندانہ دی کہ پورے یورپ کے عیسائی حکمران جمع ہو گئے لیکن اس نے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ سب کے چھکے چھڑا دئے میں ایک روز پڑھ رہا تھا اس کا حال ایک جنگ سے فتح کے بعد اس نے اپنے سالاروں کو حکم دیا شہداء کو اکٹھا کیا جائے ان کا جنازہ پڑھا جائے اور وہ جنگ مسلمانوں سے ہوئی تھی انہوں نے کہا کہ دشمن کے سپاہیوں کو بھی اکٹھا کر لو ان کا بھی جنازہ پڑھیں گے انہیں دفن کریں گے انہوں نے کہا حضور ہم عیسائیوں کے خلاف لڑ رہے ہیں یہ منافق ہمارا راستہ روکنے آگئے اور عیسائیوں کی مدد کر رہے ہیں ہمرا راستہ روک رہے ہیں ہم بیت المقدس آزاد کرانا چاہتے ہیں یہ ان کی مدد کر رہے ہیں فرمانے لگے منافق ان کے امیر ہیں یہ سادہ لوح دیہاتی ہیں انہیں انہوں نے دھوکہ دے کر فوج میں بھرتی کر لیا ان غریبوں کو یہی بتایا گیا ہے کہ صلاح الدین اسلام کے خلاف کر رہا ہے یہ بیچارے تو اسلام کی خدمت کرنے کے لئے گھر سے لائے گئے ہیں ان غریبوں کو کیا خبر ان کا جنازہ تو میں ضرور پڑھوں گا کہ یہ غریب نہیں جانتے انہیں کہاں مروایا جا رہا ہے ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے کیسا وسیع الظرف انسان تھا کہ یہ نہیں جانتے عام آدمی ہیں یہ نہیں جانتے کہ اصل بات کیا ہے ان غریبوں کو تو یہ دکھایا جا رہا ہے کہ شاید اسلام کو ہم سے خطرہ ہے اور ان کو دھوکا دے کر لایا جا رہا ہے ہمارے مقابلے میں یہ بے چارے سادہ مسلمان ہیں ان کا جنازہ بھی پڑھیں گے ان کو دفن بھی کریں گے دیکھا آپ نے آپ نقشہ سامنے رکھ کر دیکھیں کہاں سے رچرڈ وغیرہ نکلے اور کتنا سفر کر کے کہاں اردن میں آکر لڑے اور راستے میں ہر راستے والے نے فوج بھی دی اپنے جرنیل بھی دئے اور بے شمار بادشاہ ساتھ ملتے گئے کتنے لشکر تھے عیسائیوں کے مٹھی بھر جانباز ہیں۔

محمود غزنوی کو دیکھ لو یار کیا حیثت تھی غزنی

سلطنت کی ہندوستان کے مہاراجوں راجوں کے سامنے کہاں سے وہ برما سے لے کر بلوچستان تک کے اور سندھ تک کے سارے اور جنوب تک کے سارے ہندوؤں اور سب سے بڑا مندر تھا ان کا اس میں بھی اس نے کہا کہ اس بت کو توڑ کے چھوڑوں گا اور سارے ہندوستان کے مہاراجے اکٹھے ہو گئے وہ ہر سال چڑھ دوڑتا تھا سترہ حملے اس نے پیدل وہاں سے یہاں تک کئے۔ غزنی سے سومنات تک پہنچنا ہی ایک عجیب بات ہے آج بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ان تمام صحراؤں سے کس طرح اس نے 'گھوڑے' انسان ہر

چیز لے کر اس زمانے میں جہاں آج موٹر پر اور ریل پر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے آج اپنی گاڑی لے جاتے ہوئے آباد سڑک پر آدمی کو ڈر لگتا ہے چھوڑو یار جہاز پہ چلے جائیں گے کون تین دن ادھر خراب ہوتا رہے۔

تو یہ سب کیا تھا کاش کسی ایک دل میں بھی اتنا خلوص ہوتا کسی ایک وجود میں بھی اتنی وفا ہوتی کسی ایک ایمان میں بھی اتنی گہرائی ہوتی کبھی کبھی ایک شہتیر اتنا بھاری ہوتا ہے کہ اس پر پورا جہاز بن سکتا ہے کبھی کبھی ایک دل میں اتنی گہرائی اتنی گیرائی اتنی وسعت ہوتی ہے کہ پوری قوم اس پر تیر سکتی ہے ہماری معیبت یہ ہے کہ ہم جب عذاب کی آیات نازل ہوتی ہیں انہیں کفار کے سر مڑھ دیتے ہیں جب فضائل کی آیات آتی ہیں تو انہیں صحابہ کے لئے مختص قرار دے کر خود نکل جاتے ہیں دامن بچا کر جیسے قران کے ساتھ ہمارا یا ہمارے ساتھ قران کا تعلق نہیں یہ ٹھیک ہے قران کے مثالی مسلمان صحابہ اور نزول قران کے وقت وہی مخاطب اول تھے اور جو قران نے وعدے کئے ہیں ان کی مثال وہی لوگ ہیں لیکن قران کے قوانین ابدی ہیں ہر ایک کے لئے ہیں اور ہمیشہ ویسے ہی رہیں گے ہمارے ایمان کی آزمائش بھی یہی ہے کہ اگر ہم آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاء کا عہد کریں اور عملی طور پر آپ کے خادم بن جائیں تو آج بھی اللہ کی زمین پر اقتدار ہمارا ہے یہ اللہ کریم کا وعدہ ہے۔

اور فرمایا دیکھو علاج ایک ہی ہے امراض ہزاروں ہیں علاج ایک ہی ہے واقیموالصّلوٰۃ واتوالزّکوٰۃ واطیعوالرّسول لعلکم ترحمون علاج وہی ہے ہیر پھیر کر دوسرا کوئی علاج نہیں ہے عملی زندگی اختیار کرو اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعار بنا لو اور یہ سوچنا چھوڑ دو کہ کافر موج کر رہے ہیں فرمایا یہ مت سوچو کہ کافر اللہ کی قدرت سے اس کی گرفت سے بالا تر ہو گئے ہیں اور دنیا میں عیش کر رہے ہیں ایسی بات نہیں ہے وہ دوزخ کی طرف بڑھ رہے ہیں انجام کار دوزخ میں پہنچیں گے اور بڑی اوکھی جگہ ہے جس طرف وہ بڑھ رہے ہیں اس سے اللہ کی پناہ مانگا کرو ان کی ریس کرنا چھوڑ دو یہ مت سوچو کہ وہ عیش کر رہے ہیں

جو آدمی جیل کی گاڑی میں سوار ہو جنگلے والی میں اور اس کے گرد بندوقوں والے لوگ بیٹھے ہوں کوئی پیدل چل رہا ہو وہ اس کی ریس نہیں کرتا کہ یہ عیش کر رہا ہے موٹر پر ہے وہ کہتا ہے میں اس سے پیدل بھلا ہوں اس طرح فرمایا جس گاڑی میں وہ بیٹھے ہیں وہ تو جہنم میں جا کر اتارے گی اور جہنم بہت مشکل جگہ ہے اللہ کریم ہمیں ہدایت پہ قائم رکھے نیکی کی توفیق عطا فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اپنے کرم سے ہمارے لئے عملی زندگی کو آسان کر دے۔

(وآخردعونا الحمدللہ رب العالمین)

دُعائے مغفرت

شیر محمد صاحب (ڈڈومیلی ضلع جہلم) جو سلسلہ کے پُرانے ساتھیوں میں سے تھے وفات پا گئے ہیں۔ ان کی مغفرت اور ترقّیِ درجات کے لیے دُعا کی درخواست ہے۔

موت و حیات

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

زندگی اور موت رب جلیل نے ارشاد فرمایا کہ دونوں میری مخلوق ہیں اللہ وہ ہے جس نے موت کو بھی اور حیات کو بھی تخلیق فرمایا یعنی یہ دونوں مخلوق ہیں اس کی اور عرفاً موت کہا جاتا ہے کسی بھی چیز کا حیات دنیوی کے عرصے کو پورا کرکے دنیا سے چلے جانا یا دنیا سے اٹھ جانے کو ۔ یہ زندگی اس عالم وجود میں شروع ہوتی ہے اور جس کے خاتمے کے ساتھ یہ وجود عموماً ختم ہو جاتا ہے اسے حیات اور اس کے خاتمے کو عرفاً موت کہا جاتا ہے لیکن یہ وہ اصطلاحات ہیں جو عمومی اعتبار سے ہیں موت و حیات کی حقیقت کیا ہے اسے سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کا تصور حیات یا قرآن حکیم کا تصور موت سمجھنا پڑے گا ۔

قرآن حکیم کے مطابق انسان کے پاس آنکھیں بھی ہیں کان بھی ہیں زبان بھی ہے لیکن ان سے وہ اس درجے کا کام نہیں لیتا جو بہ حیثیت انسان اسے لینا چاہئے جو قرآن حکیم کہتا ہے یہ گونگا ہے بہرہ ہے اندھا ہے اس لئے کہ صرف آنکھوں یا کانوں یا زبان کا ہونا شرط نہیں ہے اگر آنکھیں ہیں تو حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے کان ہیں تو وہ حسن و قبیح کو الگ کرنے کے لئے اور اگر یہ کام نہیں کر سکتی نگاہ میں حسن وقباحت برابر ہے کان حق و ناحق سے آشنا نہیں ہیں ایک جیسا ہی سمجھ رہے ہیں زبان سے ویسے ہی باتیں خارج ہو رہی ہیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں صُمٌّ بُکمٌ عُمْیٌ فھم لایرجعون ○ اب جنہیں قرآن حکیم نے گونگا بہرہ اور اندھا کہا ہے بظاہر ان کے کام بھی تھے ان کی آنکھیں بھی تھیں ان کی زبان بھی تھی بلکہ بڑی عجیب بات ہے قرآن حکیم فرماتا ہے ینظرون الیک و ھم لایبصرون آپ کی طرف نگاہ کرتے ہیں لیکن آپ کو دیکھ نہیں پاتے نظر کرنا الگ بات ہے اور حقیقت کو پہنچاننا ایک الگ بات ہے

یہی تصور موت و حیات ہے قرآن حکیم کا جو دل نور ایمان سے محروم ہوتا ہے قرآن حکیم کے نزدیک وہ دل مردہ ہے وہ روح مر جاتی ہے اس میں استعداد جو تعلق باری کی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کا ختم ہونا ہی اس کی موت ہے اور اگر اسے یہ استعداد نصیب ہوتی ہے تو پھر وہ ایسی حیات سے آشنا ہوتی ہے جسے موت آتی ہی نہیں کیونکہ یہ موت جو عرف عام میں ہے یہ تو اس زندگی کا ایک عمل ہے ایک مسلسل ایک تسلسل ہے ایک مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے یہ اسی طرح کی موت نہیں ہے جس کے نتائج اتنے سخت ہیں کیونکہ یہ تو محض ایک تبدیلی ہے کہ انسان ارواح جو ہیں سب کی بیک وقت تخلیق کی گئیں سب کو ایک آن پیدا کیا گیا ۔

اب اس کے بعد رب کریم نے اجسام کی باری مقرر فرما دی ان کے رزق متعین فرما دئے ان کی صحت اور عمریں معین کر دیں ان کا دنیا میں رہنے کا عرصہ معین کر دیا ان کی پیدائش کے اسباب معین فرما دئے اور اتنا مربوط نظام ہے اتنا وہ اپنے عمل میں سخت ہے کہ اس میں کہیں لوچ کہیں لچک نہیں ہے ۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ ایک میدان میں لاکھوں قسم کے گھاس

وادی میں ہو سکتے ہیں لیکن کسی ایک قسم کا پتہ دوسرے قسم کے گھاس پر ایک قسم کا پھول دوسری قسم کی جھاڑی پر یا ایک قسم کا پھل دوسرے قسم کے درخت پر غلطی سے بھی نہیں آتا ۔ بالکل اسی طرح انسان اجسام کے مقررہ شدہ جو ذرات ہیں ایک ایک ذرہ اپنے وجود کو تلاش کر کے اس تک پہنچتا ہے جس تک پہنچنا مقدر ہو چکا ہی اسی کا خون گوشت اسی کا جزو بدن بنتا ہے دوسرے انسان کا نہیں بن سکتا اور یہ ایسا نظام ہے رب جلیل کا جو بڑی ہی غیر محسوس طریقے سے بڑے غور سے دیکھا جائے تو کسی ذی شعور کو سمجھ آتی ہے ورنہ

غیر محسوس طریقے سے روبہ عمل ہے لاکھوں کروڑوں انسان روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور ہر انسان کا وجود ہر لمحہ اس میں کچھ خلئے ٹوٹتے ہیں کچھ نئے بنتے ہیں ٹوٹ پھوٹ بھی جاری رہتی ہے تعمیر بھی جاری رہتی ہے یہ عمل بدن کے اندر ایک مسلسل عمل ہے ٹوٹ پھوٹ کا بھی اور تعمیر کا بھی جو ہر آن جاری رہتاہے ہم سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں ہم چل رہے ہیں یا بیٹھے ہوئے ہیں ہم کھا پی رہے ہیں یا بات کر رہے ہیں یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے جسے ہم محسوس نہیں کرتے لیکن بنانے والے کا نظام اتنا ٹائیٹ ہے کہ کوئی ایک ذرہ سا خلیہ کسی کے وقت سے پہلے ٹوٹتا نہیں کوئی خلیہ وقت سے پہلے بنتا نہیں اگر ایک ایک خلیہ بھی کمی بیشی شروع ہو جاتی ہے تو آج تک انسانی شکلیں بگڑ کر پتہ نہیں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہوتیں جیسے آپ ایک خانہ بنا لیں کسی بھی شکل کا کوئی ایک شکل جیومیٹری کی کوئی ایک مربع کوئی ایک مستطیل کوئی ایک مثلث بنا لیں اسے مسلسل بناتے رہیں اس کے نقاط سے خط بناتے رہیں ان میں کوئی ایک نقطہ غلط کرنا شروع کر دیں تو رفتہ رفتہ اس کا بگڑ کر کچھ کا کچھ بن جائے گا ۔

اسی طرح انسان اجسام سے اگر ایک خلیہ بھی (Displace) ڈس پلیس ہونا شروع ہو جاتا تو آج تک انسانی اشکال کی بجائے شاید ہمیں انسان ہاتھی کی طرح نظر آتے یا کوئی اور کسی قسم کی شکل بن چکی ہوتی لیکن اتنا مضبوط نظام ہے رب العالمین کا کہ ہر خلیہ اپنے وقت پہ ٹوٹتا ہے اپنے وقت پہ بنتا ہے اور اتنے مربوط طریقے سے بنتا ہے کہ اتنے انسان پیدا ہو چکے جو گنے نہیں جاتے سب کے دو ہاتھ دو پاؤں دو کان اسی طرح کی ناک اسی طرح کی دو آنکھیں اسی طرح کے ہونٹ اسی طرح کے دانت یہی حلیہ اسی طرح کے قد کاٹھ یہی انسانی رنگتیں جو شناسا ہیں لیکن اس سب کے باوجود کبھی دنیا میں کوئی دو آدمی ایسے نہیں گزرے جن میں ایک دوسرے سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے کہ یہ فلاں آدمی ہے سب کی شخصیت الگ سب کی عمریں الگ سب کا شعور الگ سب کی سوچ الگ سب کی قسمت الگ سب کا انداز بیان الگ سب کا اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ الگ پتہ نہیں اللہ کریم کے نظام میں کتنی وسعت ہے اس کے پاس کتنے خلئے پرنٹڈ جو گزر چکے اور کتنے موجود ہیں جو گزریں گے اس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے کوئی انسان اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا یہ ایک مسلسل عمل ہے جو ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور جسے کبھی ہم نوٹ ہی نہیں کرتے محسوس ہی نہیں کرتے اس عمل میں ہمارے سامنے موت و حیات بھی ہے

ہم موت سمجھتے ہیں کہ آدمی جب دنیا سے اپنا وقت پورا کر کے برزخ کو چلا جاتا ہے تو وہ مر گیا رب جلیل فرماتے ہیں یہ موت تو زندگی کے تسلسل میں ایک عمل ہے کبھی وہ عالم امر میں تھا پھر پشت پدر میں آیا شکم مادر میں آیا دار دنیا میں آیا برزخ میں جائے گا میدان حشر میں جائے گا یہ ایک مسلسل عمل ہے میدان حشر میں اس کا فیصلہ ہو کر وہ اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچے گا اپنی منزل کو پائے گا کہ وہ کون سے گھر کو پہنچتا ہے اپنے اصلی گھر واپس پہنچتا ہے یا بھٹک کر راستہ کھو کر خدا کے عذاب میں اللہ کے عذاب میں اللہ پناہ دے کہیں گرفتار ہو جاتا ہے ۔

لیکن حقیقی موت قرآن حکیم کے نزدیک یہ ہے کہ اس گھر کا راستہ بھول جائے اپنے اصل ٹھکانے کو کھو بیٹھے اپنی منزل کو کھو بیٹھے اور غلط سمت کو غضب الٰہی کی سمت کو عذاب الٰہی کی سمت کو روانہ ہو جائے نور ایمان ضائع کر دے اور کفر کی تاریکیوں میں ڈوبنا شروع ہو جائے تو حقیقتاً موت اس عمل کا نام ہے جس سے اس

کی روح مرجاتی ہے جس سے اس کا دل مرجاتا ہے کہ ان کے ارواح مردہ ہو چکی ہیں اور ایک شاعر نے کہا تھا کہ ان کے وجودوں کا کافر کے وجود کا زندہ نہ سمجھو بلکہ یہ چلتی پھرتی قبر ہے واحبا مهم قبل القبور قبور، قبر میں جانے سے پہلے یہ بدن جو ہیں وہ قبریں بن چکے ہیں کہ روح کی لاش کو گھسیٹتے ہوئے پھر رہے ہیں یہ ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے حبیبؐ جن کی ارواح اللہ سے اسقدر منقطع ہو چکی ہیں کہ ان کے پاس کوئی تصور ہی ذات باری کا نہیں رہا وہ بالکل ہی خود سر ہو گئی ہیں اور محروم ہو گئی ہیں اس تصور سے ہی اور اس کی تلاش و جستجو کا بھی کوئی شائبہ ان کے پاس نہیں رہا انہیں یوں سمجھو جیسے وہ مر چکے ہیں اب یہ آپ کے بس کی بات نہیں کہ ان مردوں کو آپ سنائیں اسماع ہوتا ہے ۔

سماع اور اسماع میں بھی ایک فرق ہے اسماع ہوتا ہے وہ سننا جو نافع ہو یعنی ایسا سننا جس پر سن کر عمل کرنے کی گنجائش موجود ہو اسے اسماع کہتے ہیں تو میت کے پاس سن کر عمل کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے یعنی ایسا سننا جو اس کے لئے مفید ہو اس کا وقت گزر چکا ہوتا ہے کوئی بات سن کر آپ میت کے سرہانے سارا وعظ کہہ دیں اور وہ سمجھ بھی لے اوز اسے وہ پسند بھی آئے لیکن وہ اٹھ کر عمل تو نہیں کرسکتا وہ وقت تو ختم ہو چکا اس لئے وہ بات اس انداز میں سنانا کہ سننے والے کو نافع اور مفید ہو اس درجے سے وہ میت گزر چکا ہوتا ہے فرمایا کافر کی مثال بھی ویسی ہے ۔۔

یا پھر اس کی مثال ویسی ہے جیسی کسی کو کوئی آواز سنائی ہی نہ دے الصم الدعا جو بالکل آواز کے سننے سے بھی عاری ہو اتنا بہرہ ہو کہ کسی قسم کی آواز کسی طرح سن بھی نہ سکتا ہو اور فرمایا ایسا بھی ہو اور پھر وہ رخ بھی دوسرا اذا ولو مدبرین پھر وہ رخ بھی دوسری طرف کرے کہ آپ کے ہونٹوں کی حرکت بھی نہ دیکھ سکے اگر آواز نہیں سن سکتا تھا تو شاید حرکت سے اندازہ کرتا کہ اس کا رخ صحیح ہوتا ہو بھی دوسری طرف ہو اس کے معنی کی تعین اسی سے اگلی آیت سے ہوتا ہے ان تسمع بیشک اب ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں الامن یومن کہ جو اللہ سے ایمان رکھتے ہو آپ کا وہ سنانا جو نافع اور مفید ہے اسماع جو ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں نور ایمان نصیب ہے نور ایمان نصیب ہو جائے تو گویا وہ مردوں کی فہرست سے نکل گیا اور نور ایمان نہیں ہے تو فہرست میں چلا گیا جو مردوں کی ہے خواہ وہ زندہ ہے کھاتا پیتا ہے چلتا پھرتا ہے ۔

جیسے اللہ کریم نے حضرت نوحؑ علیہ السلام کے سگے بیٹے کے متعلق فرما دیا کہ اس کا آپ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے انہ لیس من اھلک یہ آپ کے خاندان سے نہیں ہے " یہ کیسے سگا بیٹا ہے بلاالھا " فرمایا " انہ عمل غیر صالح " اس کے کرتوت اچھے نہیں ہیں " بات ختم جب اس کا عقیدہ نبی کے عقیدے سے نہیں ملتا اس کا کردار نبی کے کردار کی پیروی نہیں کرتا تو نبی کے ساتھ اس کے رشتے کا کیا اعتبار جسمانی رشتہ کوئی رشتہ نہیں ہے فرمایا یہ تو میں نے وجودوں کو پیدا کرنے کا ایک سبب بنایا ہے اس لئے کہ انسان یا ذی الارواح دوسرے جانور بھی جب وجود وجودوں سے پیدا ہوتے ہیں تو ان کا آپس میں ایسا رشتہ بن جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر کے ایک دوسرے کی دیکھ بھال کر کے اسے پلنے بڑھنے میں وہ شفقت مہیا کرتے ہیں جو بچپن میں اس کی ضرورت ہوتی ہے ۔

آپ جانوروں کو دیکھ لیں اب جو مرغی بچے نکالتی ہے جو بکری بچہ دیتی ہے جو گائے بھینس بچہ دیتی ہے اس کی کتنی وہ نگہداشت کرتی ہے اس لئے کہ وہ اس کے اپنے وجود کا حصہ ہے لیکن وہی بچہ آپ کسی اور بھینس کا کسی اور بکری کا کسی پرندے کا لے آئیں تو کوئی دوسرا پرندہ کوئی دوسرا جانور اسے قبول نہیں کرتا ہے تو وہ بھی بچہ ہی " کیوں نہیں کرتا " " اس لئے کہ وہ اس کے وجود کا حصہ نہیں ہے " تو ان جانوروں کو اللہ کریم نے احتیاج دی تھی شفقت کی ایک نگہبان کی ضرورت پیدا کی جو بچپن میں ان کی نگہداشت کرے

اور ان کی پیدائش کا سبب ہی طریقہ ہی ایسا بنا دیا کہ والدین کے وجود کا حصہ ہو جائے اولاد اور وہ اس شفقت پدری کے باعث یا محبت مادری کے باعث مجبور ہو کر اس بچپن میں اس کی وہ ضرورت پوری کریں جس کا وہ محتاج ہے وگرنہ ہر متنفس کا رشتہ اپنا ہے رب العلمین کے ساتھ اگر باپ مومن ہے صالح ہے اور بیٹا بھی مومن ہے صالح ہے پھر نوراً علی نور ہے باپ نیک اور اس کا بیٹا بھی مومن ہے پھر نوراً علی نور ہے وہ رشتہ

باپ نیک ہے بیٹا بھی نیک ہے تو اس کا رشتہ ہونا بھی مبارک ہے وہ نسب بھی کام آئے گا لیکن اگر بیٹے نے نظریاتی طور پر اور عملی طور پر وہ راستہ چھوڑ دیا تو یہ جسمانی رشتہ روحانی رشتے کا سبب نہیں بن سکتا یہ اتنا پکا جوڑ نہیں ہے۔

بلکہ آخرت میں دارو مدار ہی روحانی رشتوں پر ہو گا جسمانی رشتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا دکھ نہیں لگے گا افسوس نہیں لگے گا کتنے ایسے ہونگے خاوند ہونگے جن کی بیویاں معاذ اللہ جہنم میں چلی جائیں گی یا کتنی بیویاں ہونگی جن کے خاوند جہنم میں چلے جائیں گے کتنے باپ ہونگے جن کے بیٹے چلے جائیں گے کتنے بیٹے ہونگے جن کے باپ چلے جائیں گے کتنے بھائی ہوں گے چلے جائیں گے ۔ کم از کم ان کے لئے تو واضح ہے نا جن میں کفر اور اسلام کی حد فاصل ہے اب جس کی اولاد کافر ہو گئی جس کے والدین کفر میں مر گئے جس کی بیوی کفر میں رہ گئی یا جس کا خاوند کفر میں چلا گیا تو کم از کافر کے لئے تو یقین ہے کہ جہنم میں چلا جائے گا ۔

اگر آخرت میں اسے جسمانی رشتے کا دکھ محسوس ہو تو اس کا جنت میں رہنا بھی دوبھر ہو جائے گا جنت میں وہ رہ ہی تب سکے گا کہ جب رشتوں کا اعتبار ہی روحانی رشتوں پر رہ جائے گا جسمانی تعلق کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہے گی جسمانی تعلق کی اہمیت اس دنیا میں اس لئے ہے کہ اس دنیا میں مکلف بذات ہی یہ بدن ہے بدنی ضرورتیں ان رشتوں کے قیام کا سبب ہیں اور ہماری

نوری نگاہ بدنی اور جسمانی ضرورتوں پر پڑتی ہے اس لئے جسمانی رشتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے لیکن جب آخرت ہو گی تو وہ دار عمل نہیں ہے وہ دار جزاء ہے جو کچھ یہاں ہو چکا وہاں اس کا بدلہ ملے گا وہاں بات نظریات پر عقائد پر اور ایمانیات پر چلی جائے گی کیونکہ رشتے بھی ایمان اور نظریئے اور عقیدے کے ہو جائیں گے پھر جسمانی رشتے اس کے تابع ہو جائیں گے اگر عقیدہ ایک ہے اور رشتہ جسمانی بھی ہے تو واقعہ محبت دوگنا بڑھ جائے گی لیکن اگر نظریہ ایک نہیں تو جسمانی رشتے کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا ۔

تو حقیقت موت یہ ہے کہ نور ایمان سے کوئی محروم ہو جائے خواہ وہ دنیوی زندگی سے زندہ بھی ہو خواہ وہ کھاتا پیتا ہو خواہ وہ چلتا پھرتا بھی ہو اور حقیقت حیات یہ ہے من یو من بایٰتنا اس کے تقابل اس ایت سے فرمایا گیا کہ آپ کے ارشادات عالی سننے کا حوصلہ بھی اس میں ہے اس لئے مفید بھی ہیں آپ سنا بھی اسی کو سکتے ہیں سن بھی وہی سکتا ہے سمجھ بوی وہی سکتا ہے من یو من بایٰتنا جس کا ایمان ہماری آیات پر ہو جسے نور ایمان نصیب ہو جس کے سینے میں دل اور دل میں نور ایمان ہو تو حقیقتاً موت و حیات کا تصور جو قران حکیم میں ہے وہ کفر اور ایمان کے ساتھ وابستہ ہے کہ خدانخواستہ کسی کا ایمان ضائع ہو گیا تو سمجھ لیجئے قران کی اصطلاح میں وہ مردہ ہے خواہ وہ دنیا مین زندہ ہے کھاتا پیتا ہے چلتا پھرتا ہے ۔

اور اگر کسی کو نور ایمان نصیب ہے تو وہ زندہ ہے اور محض زندہ رہنا مقصد نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے لئے زندگی کے ساتھ صحت طاقت کام کرنے کی توفیق اور استعداد یہ ساری چیزیں ضروری ہوتی ہیں اسی طرح نور ایمان کے ساتھ ایمان کے ساتھ حیات روحانی کے ساتھ قوت اور حسن حیات کی ضرورت ہے جس طرح مادی دنیا میں مختلف دوائیں اور مختلف غذائیں طاقت کا سبب بنتی ہیں اس طرح حقیقی حیات کی ساری طاقت ساری قوت اور ساری دوا ہے اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جتنا کوئی اللہ کی عبادت بھی محنت

کرے گا جتنا کوئی اپنی حیات کو سنت کے مطابق ڈھالے گا جتنا کوئی کاروبار حیات کو اتباع رسالت کے زیور سے آراستہ کرے گا اتنا ہی روحانی طور پر نہ صرف زندہ ہو گا بلکہ صحت مند اور مضبوط ہوتا چلا جائے گا اور اس ے اس میں سننے کی قوت بھی بڑھتی چلی جائے گی چونکہ آپ دیکھتے ہیں تیس سالہ عہد نبوت میں آپ سیرت کی تمام کتابوں کو دیکھ لیجئے علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں جن کی حدیث شریف پر بڑی وسیع نگاہ ہے آپ علماء حضرات سے پوچھے کوئی لمبی تقریر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نہیں آتی خوبصورت خوبصورت چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے جملے ہیں پیارے پیارے حسین حسین جملے آپ نے معروف خطبہ حجتہ الوداع تو سنا ہو گا جسے منشور انسانیت کہا جاتا ہے اور واقعی منشور انسانیت ہے گنی ہوئی سطریں ہیں محدود جنہیں اگر سمیٹ کے لکھا جائے تو ایک صفحے پر آجاتی ہیں اور وہ خطبہ حجتہ الوداع ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز خطاب یہ ہے جیسے پوری امت سے آپ وداع کر رہے ہیں اور ایک آخری خطاب فرما رہے ہیں ایسا جو جامع ہے اس میں بھی گنی ہوئی سطور ہیں اور میرے خیال میں سب سے لمبا خطبہ حیات طیبہ میں ہو خطبہ حجتہ الوداع ہے اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت خوبصورت جنہیں حسین جملے ہیں کوئی لمبی تقریر نہیں ہے کوئی لمبی مثالیں نہیں ہیں کوئی لمبی باتیں نہیں ہے کیوں ؟

اس لئے کہ وہ لوگ صرف زندہ نہیں تھے بلکہ بڑے صحت مند بھی تھے یعنی ان میں صرف حیات نہیں تھی ان کی حیات بہت قوی مضبوط بھی تھی جو حکم لب ہائے مبارک سے ارشاد ہوتا تھا اسے وہ حرز جان بنا لیتے تھے جان چلی جاتی تھی اس کلمے پر عمل کرنے سے باز نہیں آتی تھے ۔

اب ہمیں دو گھنٹے کی لمبی تقریریں کرنے کے بعد حاصل کیا ہوتا ہے کہ سامعین میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں جنہیں کچھ پلے پڑے اکثر پھر سوال ہی لے کر لوگ جلسے سے اٹھتے ہیں پتہ نہیں یہ کیا کہتا ہے اپنے پلے تو کچھ نہیں پڑا یہ کام کیوں کرنا ہے اس کی کیا ضرورت ہے پتہ نہیں مولوی کیا کہتا ہے ۔

بھئی عجیب بات ہے آپ دیکھیں کہ اتنے لوگ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جملہ سنا اور اس پر ساری زندگی جم گئے اور ہمیں اس ایک جملے کے ساتھ مثالیں سنائی جاتی ہیں پھر اس کی تائید میں مزید آیات پڑھی جاتی ہیں مزید احادیث سنائی جاتی ہین مزید واقعات سنائے جاتے ہیں اس کے بعد پھر ہم کہتے ہیں پتہ نہیں یار مولوی صاحب نے کیا کہا ہے پتہ نہیں یہ بات درست بھی ہے کہ نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے یہی کہ حیات تو ہے لیکن عالم نیم بے ہوشی کا ہے اب ایک شخص زندہ ہی نہیں صحت مند بھی ہے اسے آپ کہتے ہیں اس دیوار کو ہاتھ لگا کر آؤ اور ایک نیم بے ہوش پڑا ہے زندگی کی راہ میں آپ کہتے ہیں اس دیوار کو ہاتھ لگا کر آؤ یہ جو نیم بے ہوش پڑا ہے پہلے تو آپ کی بات سمجھنے میں گھنٹہ لے گا سمجھ آگئی تو کہے گا کہ بابا یہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہم سے بھلا یہ کام کب ہو گا کس صحت مند آدمی سے کہئے ۔

یہی بات آج ہم کہتے ہیں کہ یار یہ نمازیں روزے یہ اپنے بس کی بات نہیں ہے کون کرے گا اس مشقت کو یہ کیسے ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ کوئی بوجھ زیادہ ہے اصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اٹھانے کے قابل نہیں رہے بوجھ زیادہ نہیں ہے بلکہ بوجھ ہے ہی نہیں ہے یہی غذا ہے یہی دوا لیکن غذا کھانے کے لئے بھی مولانا روی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

طفل را گر نہ دہی بر جائے شیر
طفل بے چارہ انہاں مردہ گیر

کہ بچے کو آپ شیر خوار بچے کو دودھ پلانے کے بجائے اسے دودھ نہ دیں اسے روٹی کھلا دیں تو اس کو مرنے کے لئے وہ روٹی ہی کافی ہے وہ اسی سے مر جائے گا حالانکہ غذا تو بندے کی انسان کی ضرورت ہے لیکن وہ اسی قابل نہیں کہ اس انسانی غذا کو ہضم کر سکے اسے اس جگہ پہنچنا ہے جہاں آپ ایک روٹی دیں

تو کسے مجھے دو چاہئیں یعنی اس کے جسم میں وہ توانائی آئے اس کی صحت میں وہ کیفیت پیدا ہو کہ آپ اسے ایک روٹی اور ایک پلیٹ ترکاری کی دیں وہ کہے مجھے دو چاہئیے کیونکہ شیر خوار بچہ نہیں اس کے لئے تو ایک کڑیل جوان ہونا چاہئے ۔ تو ہمیں بھی یہ جو پانچ فرائض ادا کرنے کے بعد سارا دن مزدوری کرنے کے بعد لوگ راتوں کو جاگتے کیسے عجیب لوگ تھے کہ وتر کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور الم سے شروع ہو کر

والناس پر رکوع کرتے تھے سارا دن مزدوری کرنے والے لوگ یعنی صحابہ کرام میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ جو وتر کی ایک رکعت میں تیس پارے پڑھ کر رکوع کرتے تھے یہ تو اپنی اپنی ہمت اور صحت کی بات ہے نا جیسے ایک آدمی دس لقموں سے پیٹ اس کا بھر جاتا ہے دوسرا کہتا ہے مجھے دس روٹیاں چاہئے ان کی صحت اتنی تھی ان کی جان اتنی تھی وہ مضبوط اتنے تھے کہ یہ سب کچھ ان کی ضرورت تھی ان کی روح کی غذا اس سے بھی ان کی بھوک نہیں مٹتی تھی اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی ان کی بھوک باقی رہ جاتی تھی پھر کہتے تھے راتیں مختصر ہیں بھئی کوئی مزا نہیں آتا ہمیں یہ بوجھ لگتی ہے کیوں شاید ہم کمزور ہیں شاید ہمیں نقاہت نے گھیر لیا ہے شاید ہم بیماریوں کے نرغے میں آکر اسقدر لاغر اور اسقدر لاچار ہو گئے ہیں کہ ہم نوالیں کھالیں پانچ نمازیں جو ہیں پانچ نمازین ہم ہضم نہیں کر سکتے ہمیں یہ بوجھ لگتی ہیں کہ یار یہ پانچ بار کیسے نوالہ کھا جائیں ہم اتنی فرصت کیسے بات فرصت کی نہیں بات اس قوت کی اس قوت ہضم کی قوت برداشت کی زندگی کی اس استعداد کی اور اپنی حیات کی ہے میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ کو یا آپ مجھے نہیں میں اپنے آپ کو دیکھوں آپ اپنے آپ کو دیکھ کر اندازہ کر سکیں کہ مجھ مین کتنی زندگی باقی ہے اور کتنا حصہ میرا مفلوج ہے جس کے علاج کی مجھے ضرورت ہے جس کے اصلاح کی مجھے ضرورت ہے اپنے آپ کو اس درجے پہ حیات کے لے جائیں کہ راتیں کم پڑ جائیں اور سجدوں کی طلب باقی رہے اپنی حیات کو اس

درجے پہ لے جائیں کہ عبادت کم لگے اور اس کی طلب اور اس کی بھوک جو ہے دل میں زیادہ ہو تو یہ صحت مندی کی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو ارشادات پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ بھی آئے گی یعنی اللہ کریم سمجھ ہی تب دیں گے آپ کی بات سن بھی وہ سکے گا ۔

من یو من بایٰتنا جو ہمارے احکام پر ایمان بھی رکھتا ہو فھم مسلمون اور مان کر دینے والا بھی ہو صرف ایمان ہی نہ رکھتا ہو انہیں مان کر بھی دیتا ہو عمل بھی کرتا ہو اور یہ عمل باشریعت جو ہے اتباع شریعت جو ہے ایمان حیات ہے عمل ہی اس کی قوت اس کی استعداد اس کی صحت اس کی جوانی کا ضامن ہے ۔

ہم ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک بزرگ ساتھی ہوتے تھے ان کی عمر کوئی نوئے برس کے قریب تھی تو حضرت جی نے فرمایا یار یہ بہت زیادہ نوافل پڑھتے ہیں تو میں نے ایک دن ان سے پوچھ لیا کہ حضرت آپ کس قدر نوافل پڑھتے ہیں کہنے لگے یار میں نہیں پڑھ سکتا ہوں اب نماز ادا کر کے تہجد اشراق چاشت پڑھ کے تین سو رکعات روزانہ پڑھتا ہوں کچھ نہیں پڑھتا ۔

اب ان کو تین سو رکعت ان کا پیٹ نہیں بھر رہی تھیں حضرت فرماتے تھے کہ یہ ہزار رکعت روزانہ پڑھتا تھا اب کچھ پتہ نہیں کیا وجہ ہے زیادہ نقاہت ہو گئی ہے جسمانی وہ ہزار رکعت کا عادی تین سو رکعت سے اس کا پیٹ نہیں بھر رہا ہے روحانی طور پر وہ اس سے مطمئن نہیں تھا اگرچہ جسم ساتھ نہیں دے رہا تھا لیکن اس کی وہی بھوک تھی وہ کہتا تھا یار کچھ تو لوگ تنگ کرتے ہیں یہ نماز زیادہ پڑھتا ہے تو ان سے چھپ چھپا کر کوئی تین سو رکعت بمشکل پڑھتا ہوں اب نہیں پڑھی جاتی وہ مزا نہیں رہا نماز پڑھنے کا ۔

تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے ایک دفعہ یہاں منکرین حدیث تھے ۔ نور پور میں گیا تو بات ہو رہی تھی اس طرح حکایتیں لکھنے والوں نے قصے لکھ دئے ہیں

اتنی عبادت کرتا تھا اور یہ سب جھوٹ ہے
وں ولی اللہ کو تو چھوڑو تم نے کبھی تاش
نے کہا یار ولی اللہ کو تو چھوڑو تم نے کبھی تاش
کھیلنے والوں کو دیکھا کہتا ہے جی کیوں نہیں میں نے کہا
نہیں دیکھا تو آؤ میرے ساتھ ہمارے اس گاؤں کے
ڈے پر لوگ کھیلتے ہیں اور انہیں چوبیس گھنٹے
بیٹھے ہوئے گزر جاتے ہیں اور وہ ایک جگہ سے اٹھتے
نہیں کھاتے نہیں پیتے نہیں گھر نہیں جاتے وہاں بیٹھے نظر
آتے ہیں ایک صبح اگر آکر بیٹھے ہیں تو دوسری صبح کا ہو
جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ ان کے لئے معمولی بات ہے
ایسے لوگ عام ہیں اور جو اس سے زیادہ بیٹھتے ہیں وہ
ان کے اکابرین بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو اس سے زیادہ
بیٹھتے ہیں لیکن یہ عام سٹنڈرڈ ہے تاش کھیلنے والوں کا
اس طرح میں نے کہا شاید تم نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو
یہاں نور پور میں بھی ایک آدمی ہے وہ روزانہ چھ
سات میل دوڑ لگاتا ہے کتے کے ساتھ کتے کو ورزش
کرانے کے لئے۔اسے کتے لڑانے کا شوق ہے لڑانے کے
لئے کتا رکھتا ہے اسے ورزش کرانے کے لئے کتے کی
رسی پکڑ کر چھ سات میل دوڑتا ہے ایسے لوگ میں
تمہیں یہاں دکھا سکتا ہوں جو بٹیرے ہاتھ میں لے کر
انہیں جگائے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ کئی راتیں جاگے
گا تو خوب لڑے گا اس بٹیر کو سونے نہیں دیتے خود
سوتے نہیں بیٹرے ہاتھ میں لے کر جگاتے رہتے ہیں

کہنے لگا یہ تو سب ہے میں نے کہا کیا تم یہ سمجھتے
ہو کہ بیٹر لڑانے کے شوق مین انسان ساری رات
جاگ سکتا ہے کتے کو دوڑانے کے شوق میں چھ چھ میل
دوڑ سکتا ہے تاش کھیلنے کے لئے چوبیس گھنٹے بیٹھ سکتا ہے
جس کے دل میں جمال الٰہی کی طلب پیدا ہو جائے وہ
رات پھر اللہ کی یاد میں جاگتا رہے تو تم کہتے ہو ممکن
ہی نہیں ہے میں نے کہا شاید تم نے تو بیٹرے سے بھی
دوستی نہیں کی تم نے کسی سے دوستی کی ہوتی تم تو شاید
دوستی کے نام سے ہی آشنا نہیں ہو تم نے دنیا ہی سے
دوستی کی ہوتی تو تمیں یہ خبر ہوتی کہ لوگ دنیا کمانے
کے لئے بھی کم از کم چوبیس گھنٹے کرتے رہتے
ہیں ساری ساری رات دنیا حاصل کرنے کے لئے بھی
لوگ مزدوری کرتے رہتے ہیں کم از کم تمہیں یہ شعور
تو ہوتا تم نے تو شاید دوستی کا نام ہی نہیں سنا اس
راستے سے ہی نہیں گزرے تم تو اس کوچے سے ہی
آشنا نہیں لگتے ہو تو اصل بات یہ ہے کہ آپ کو
مریض کو جو مدت العمر چارپائی پر پڑے ایک دیئے کی
طرح سے سانس لے رہا ہو اسے یہ کیسے بتائیں کہ
لوگ دس دس روٹیاں کھا کر بھوکے رہ جاتے ہیں وہ
کیسے مانے گا۔

یہی حال ہمارا عبادت میں ہے کہ ہم اپنے آپ
کو اسقدر کمزور کر چکے ہیں تعلق باللہ اور تعلق
بالرسالت میں ہمیں یہ عبادات جو ضرورت ہیں جن کے
بغیر تکمیل ایمان ممکن نہیں یعنی ترک فرائض سے ایمان
خطرے میں پڑ جاتا ہے اور ہر فرض کا ترک جو ہے وہ
ایمان میں سے کچھ حصہ ہے جو ہے وہ اسے نقصان
کرتا ہے ایمان کی کیفیات کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں ہم
اگر یہ فرائض پنجگانہ بھی پورے نہیں کر پاتے تو اس
کا مطلب یہ ہے کہ ہم موت و حیات کی کشمکش میں
ہیں تو جس طرح معمولی بخار بھی ہو جائے تو فکر دامن
گیر ہوتی ہے اسی جسمانی تکلیف ہو جائے تو ایکسپرٹ کی
طرف بھاگتے ہیں ہم اس حقیقی موت و حیات کی کشمکش
میں سے نکالنے کے لئے کوئی وقت نہیں پاتے ہمیں
کسی ایکسپرٹ کی ضرورت نہیں ہے ہمیں کسی ادارے
کی تلاش نہیں ہے کوئی ایسی جگہ نہیں چاہئے جہاں سے
ہمیں کوئی ایسی جلا ملے کہ سجدوں سے جی نہ بھرے
کوئی ایسی قوت ملے کہ مزید نمازیں پڑھنے کی بھوک لگے
کوئی ایسی طاقت ملے کہ اتباع اور اطاعت مزا دے
جائے لطف دے جائے خواہ دنیا کے اعتبار سے اس کا
نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن قلبی اعتبار سے وہ ایک مزا دے
جائے اور یہی بات اس آئیہ کریم میں اللہ نے فرمائی کہ
میرے حبیبؐ میں نے مردوں سے وہ لذت چھین لی ہے
جو تیرے حسن کلام میں ہے انہیں صرف آوازیں آئیں
گی انہیں وہ مزا نہیں آئے گا۔

مزا پانے کی لیے تو نور ایمان کی ضرورت ہے اور
اتباع اور عمل کی ضرورت ہے فهم مسلمون مان کر

(باقی صفحہ ۴۷ پہ)

راہِ سلوک کے مسافر

(عبدالرؤف ڈلوال)

میں ۷۴ میں حلقہ میں داخل ہوا تو اس وقت میٹرک کا طالب علم تھا یہ عمر خاصی لاپرواہی کی ہوتی ہے میں الحمد اللہ پڑھائی میں اچھا تھا اور محنتی طالب علم تھا ڈلوال کا سکول میٹرک کے امتحان کے لئے پورے علاقہ کہون کا واحد مرکز تھا جہاں بورڈنگ میں طالب علم پڑھائی کے لئے رہتے تھے مجھے تیاری کے لئے بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہ تھی میری تیاری پہلے سے اچھی تھی لیکن پھر بھی دوستوں کے کہنے پر میں ان کے ساتھ آگیا پرنسپل صاحب نے مجھے الگ کمرہ دے دیا جہاں ہم تین ساتھی مل کر رہتے اور پڑھتے تھے سب کے پاس کمرے کی چابی ہوتی تھی

ایک شام میں واپس کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند تھا کھٹکھٹاتا رہا اندر آدمی موجود تھے اتنے میں تیسرا ساتھی آگیا اسے میں نے کہا میں کب سے باہر کھڑا ہوں راجہ محمد اختر اندر ہے یا نہیں ممکن ہے اور لوگ ہوں یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا " صبر کریں دروازہ کھول دے گا " کچھ دیر بعد اختر نے دروازہ کھولا میں نے کہا تم اندر کیا کر رہے تھے کہنے لگا یہ بتانے والی بات نہیں، میرا تجسس اور بڑھا اور میں نے اصرار کیا اس پر اس نے بتایا کہ "میں ذکر کر رہا تھا"

اسکے ساتھ ساتھ اس نے بتایا کہ مولانا محمد اکرم صاحب ان کے ٹیچر ہیں غائبانہ تعارف تھا ان دوستوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت کی تقریر سنیں میں نے ان کی تقریر سنی تو دل پر بڑا اثر ہوا ہمارا گھرانہ مذہبی ہے بچپن سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی تھی تقریر سننے کا بھی شوق تھا اس وجہ سے دینی ذوق تو موجود تھا البتہ ذکر کی بات نئی تھی تقریر سے البتہ مانوسیت ہوئی دوستوں نے کہا کہ ہم ان کے ساتھ ان کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں تو میں نے سوچا کہ میں کیوں پیچھے رہوں اگر مولانا ذکر کرا رہے ہیں تو یہ یقیناً ٹھیک ہو گا میں نے انہیں ساتھ چلنے کے لئے کہا

میں جب مولانا اکرم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بالکل نوجوان تھے ان کی عمر ۲۹ سال کی تھی رعب دار شخصیت تھی قد آور تھے میں بیٹھ گیا میرے دوست پہلے بتا چکے تھے کہ میں حلقے میں داخل ہونا چاہتا ہوں اس زمانے میں حلقے میں جلد نہ لیتے تھے کافی پابندیاں تھیں دو تین دن لگ گئے آپ نے مجھے کہا بیٹا دیکھو یہ بچوں کا کھیل نہیں خاصا مشکل کام ہے میں نے ضد کی کہ آپ مجھے معمولات بتائیں

آپ نے کہا بیٹا گھر جائیں اور یہ معلوم کریں کہ رزق حلال ہے میں نے بتایا کہ میرے والد فوت ہو چکے ہیں گھر کا تمام خرچ بھائی چلاتا ہے جو فوج میں ملازم ہے آپ نے فرمایا کہ فوجی کا رزق حلال ہے بیٹا آپ پانچ وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں آپ کے گھر والے بھی نمازی ہوں اور جس کے ہاتھ کی روٹی کھاؤ وہ بھی نمازی ہو گا پھر کہا کہ آپ کو روزانہ تلاوت کرنا ہو گی تہجد کی تلقین کی تیسرے کلمے کی تسبیح اور استغفار تین تسبیح اور درود شریف جتنا پڑھ سکیں پڑھیں کچھ ہی

دنوں میں ان معمولات پر سختی سے پابند ہو گیا میری کیفیت ایسی ہو گئی تھی کہ میں نماز کا انتظار کرتا رہتا ہر وقت دھیان مسجد کی طرف لگا رہتا قلب ہر وقت ذاکر ہو گیا تھا دنیا کی ہر چیز بے وقعت اور ہیچ نظر آنے لگی صبح کے وقت میں حضرت کے گھر چلا جاتا اور کنڈی کھٹکاتا حضرت ذکر کرواتے کبھی فرماتے میاں آرام بھی کرنے دیا کرو مولانا کی طبیعت میں مزاح کافی ہے فرماتے کہ بچے حلقے میں آگئے ہیں آپ کی روزانہ نصیحتوں اور تلقین سے طبیعت میں تبدیلی آتی چلی گئی استاد صاحب (حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے کہ یہ بچے ہیں ابھی بڑے نہیں ہوئے مستقل نہیں رہ سکیں گے اس زمانے میں میری حالت یہ ہو گئی تھی کہ ہاتھ پاؤں خود بخود ہر ناجائز چیز سے رک جاتے تھے یہ پتہ چل جاتا تھا کہ یہ کام صحیح ہے یا نہیں کسی چیز پر توجہ کرتا تو اسکی حقیقت دل میں خود بخود آجاتی بعض اوقات سانس سے ذکر نہ کرنے کے باوجود قلب سے آواز آتی ایک بار میں نے مولانا مدظلہ کو گاؤں میں بھی مدعو کیا وہ تشریف لائے اور وہاں ذکر کی محفل بھی ہوئی ۶۴ء میں وہ مبارک ساعت آئی کہ استاد المکرم رحمتہ اللہ علیہ نے میری روحانی بیعت کروائی اس وقت میں امتحانات کے بعد سکول سے فارغ ہو چکا تھا امتحانات کے حوالے سے ایک دلچسپ بات یاد آئی ہمارے ساتھیوں میں سے ایک طالب علم تھا تو بڑا نالائق لیکن اسے کشف تھا اس نے کہا کہ امتحانات میں جو پرچے آنے ہیں میں وہ دیکھ سکتا ہوں اس نے یہ بات حضرت المکرم کو بتائی انہوں نے سختی سے اس بات سے منع کیا اور کہا کہ یہ غلط کام ہے وہ امتحان میں فیل ہو گیا لیکن اسے اس کی اجازت نہ دی گئی

اس زمانے میں بھی ہم سال میں ایک بار لنگر مخدوم حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں حاضری کے لئے جایا کرتے تھے ڈلوال سے سات ساتھی ہوا کرتے تھے

(۱) راجہ عبدالمالک صاحب

(۲) راجہ محمد افضل صاحب مرحوم

(۳) راجہ محمد یوسف صاحب

(۴) راجہ محمد اختر صاحب (جو راجہ عبدالمالک صاحب کے ساتھ سب سے پہلے حلقے میں آئے)

(۵) راجہ عبدالغفار (سکول ٹیچر ڈلوال)

(۶) عبدالروف (راقم الحروف)

(۷) راج ولی صاحب مرحوم

راجہ یوسف صاحب راجہ عبدالمالک صاحب اور راجہ افضل صاحب عام دنیا دار آدمی تھے تینوں میں گاڑھی چھنتی تھی ان سے توقع بھی نہ کی جا سکتی تھی کہ یہ اس طرف آنکلیں گے جب راجہ عبدالمالک صاحب حلقے میں آئے اور داڑھی کا خط بنوا لیا تو ان کے دوسرے دوستوں نے کہا کہ تمہیں کیا سوجھی انہوں نے جواب دیا کہ میں تو بھٹکا ہوا تھا ابھی تو مجھے کچھ حاصل ہوا ہے افضل نے کہا کہ دوستی نبھانی چاہئے وہ بھی ساتھ شامل ہو گئے اور راجہ یوسف صاحب نے بھی شرکت کر لی ذکر میں شرکت کے بعد کہنے لگے کہ میں تو بیٹھا ہوں یہ دوسرا یوسف کہاں سے آگیا استاد جی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ یوسف یہ تمہاری روح ہے راجہ افضل صاحب مسجد نبوی کی حاضری کے وقت روتے تھے کچھ دن روتے رہے ایک دن حضرت نے فرمایا کیوں روتے ہو وجہ تو بتاؤ ان کا جواب تھا کہ جب مسجد نبوی میں حاضری ہوتی ہے تو دربان مجھے روک دیتے ہیں۔ کہ تمہاری سنت کے مطابق داڑھی نہیں اس لئے میں روتا ہوں یہ ان دنوں کی بات ہے کہ حلقے میں ابھی نئے نئے آئے تھے اور تینوں ساتھی قرآن حکیم بھی پڑھے ہوئے نہیں تھے اس کے بعد انہیں لگن ہوئی تو ناظرہ تو درکنار تفسیریں پڑھنے لگے اور ان کے گھر دینی کتب کی لائبریریوں میں بدل گئے ان تین نوجوانوں کو داڑھی رکھتا دیکھ کر پورا گاؤں حیران تھا کہ کس جادوگر نے ان کی کایا پلٹ کر دی یہ تبدیلی اس قدر جلد آئی کہ کسی کے خیال و گمان میں نہ تھا اس سے پہلے گاؤں میں آکر تقریریں کرنے والوں کی کمی نہ تھی غلام اللہ خان صاحب عنایت اللہ شاہ صاحب اور دوسرے علما ہر سال آیا کرتے تھے لیکن ان سے کبھی کسی شخص میں کوئی تبدیلی

رونما نہ ہوئی تھی جب تینوں دوستوں نے داڑھی رکھ لی اور نمازی بن گئے تو گاؤں کا اوباش طبقہ جو سوائے بیکار رہنے کے کسی کام کا نہ تھا راہ راست پر آگیا انہیں دیکھ کر ان لوگوں نے بھی داڑھی رکھ لی یہ میرے سامنے کی بات ہے کہ مولانا اکرم صاحب جب گاؤں کی کسی گلی میں جا رہے ہوں تو کوئی اجنبی جھک کر مصافحہ کرتا اور عرض کرتا کہ آپ نیک آدمی ہیں مجھے ہدایت کریں ان کی شخصیت میں اسقدر کشش تھی کہ عام راہ چلنے والا بھی کھینچا چلا آتا جب تقریر فرماتے تو زیادہ تر لوگ زارو قطار روتے ان کی تقریروں سے لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں جب آپ کی شہرت پھیل گئی تو آپ نے کہا میں گاؤں میں نہیں رہوں گا میں شہرت نہیں چاہتا لوگ گائے بھینس کے لئے تعویز مانگتے ہیں اور بس آپ اپنے گاؤں تبادلہ کروا کر آگئے

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کی شان بھی عجب تھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا اکثر اوقات لوگ غش کھا کر گر جاتے تھے ایک بار ہم لنگر مخدوم جا رہے تھے مغرب کا وقت قریب تھا قریب مسجد نہ تھی ہم نے ایک کھلے میدان میں نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو ایک عجیب وغریب منظر دیکھا جو اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے جانور چاروں طرف اور پرندے دائرہ بنا کر یوں رکے ہوئے تھے جیسے کسی نے ان پر جادو کر کے انہیں مجسم کر دیا ہو نماز ختم ہونے کے بعد بھی وہ کافی دیر سکتے کی حالت میں رہے

راجہ عبدالمالک صاحب حلقے میں آنے کے بعد اکثر رویا کرتے تھے جب پوچھا گیا تو آپ نے بتایا کہ میرے والد صاحب مرحوم عذاب قبر میں ہیں مولانا اکرم صاحب سے پوچھا گیا تو ان کا جواب تھا کہ اللہ کے آگے کس کی چل سکتی ہے جب ان سے زیادہ اصرار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی بہانے استاد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا جائے اور جمعہ کی نماز کے بعد قبرستان کا چکر لگایا جائے استاد صاحب کے ہمراہ جب وہ فاتحہ پڑھیں گے تو عذاب کا مسئلہ نہ رہے گا ہم نے ایسا ہی

پروگرام بنایا اور جب استاد صاحب تشریف لائے تو نہیں بتایا کہ مقصد کیا ہے معمول کے مطابق قبرستان گئے واپسی پر راجہ عبدالمالک صاحب بہت خوش تھے ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ انہیں کشفاً معلوم ہوا کہ اب ان کی حالت بدل گئی ہے عذاب نہیں ہے

روز و شب گزرتے گئے اس دوران میری زندگی میں خاصی بڑی منفی تبدیلی آگئی میں دنیا داری میں ایسا پھنسا کہ میری حالت ہی بدل گئی پندرہ سال تک استاد المکرم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات تک نہ ہوئی اس دوران ہمارے خاندان میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ لاتعلقی کے طویل دورانیہ کے باوجود میں نے ان کے خدمت میں حاضری کا تہیہ کر لیا میری بھابھی محترمہ لاہور رہ رہی تھیں ان پر ان کی سوکن نے جو اچھے کردار کی عورت نہ تھی کالا جادو کر دیا تھا اور عاملوں کی کوششوں کے باوجود میری بھابھی صاحبہ جو شدید بیمار ہو گئی تھیں ٹھیک نہ ہو رہی تھیں میں لاہور سے چکڑالہ پہنچا اور میری آرزو تھی کہ استاد صاحب دعا کر دیں میں پہنچا تو ظہر ہونے والی تھی ڈرتے ڈرتے سامنے گیا تو دو صاحب درختوں کے تنے پر بیٹھے تھے اور آپ چارپائی پر نیم دراز تھے وہ بات سے فارغ ہوئے تو میں سامنے بیٹھ گیا آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو جب میں نے نام بتایا تو آپ میری خلاف شرع شکل دیکھ کر غصے میں آگئے فرمایا تم اتنے عرصے بعد آئے ہو تمہاری تو وہ صورت ہی نہیں رہی میری تمام کار گزاری آپ نے بتا دی ۔ میں نہایت شرمندہ سرجھکائے بیٹھا تھا آخر میں پوچھا کہ کیوں آئے ہو مدعا بیان کیا تو کہا کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ٹونے ٹوٹکے نہیں کرتا تم عاملوں کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو فوراً چلے جاؤ میں نے کہا حضرت آپ کے پاس صرف دعا کے لئے آیا ہوں آپ نے فرمایا دعا کے لئے سحری کا وقت موزوں ہوتا ہے میں ضد کر کے بیٹھا تھا ظہر کی اذان ہو چکی تھی حضرت کہہ رہے تھے کہ فوراً واپس چلے جاؤ میں نے کہا کہ میں نماز پڑھ کے واپس چلا جاؤں گا میں پھر بھی بیٹھا رہا آخر ان کا دل نرم ہوا کہا مانگو دعا یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لئے

ہاتھ اٹھا دئے دعا کے بعد کہا مین روڈ پر جا کر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھوں میں لاہور واپس پہنچا تو بھابھی صاحبہ بالکل صحیح حال میں تھیں ان پر کالا جادو بھی ختم ہو چکا تھا اور بیماری تو جیسے ہوئی نہ تھی صحت یابی کے ساتھ ہی وہ پانچ وقت کی نمازی بھی بن گئیں اور قرآن حکیم بھی پڑھنا شروع کر دیا کہتی کہ میں نماز خانہ کعبہ میں پڑھتی ہوں اور جن بزرگوں نے دعا دی ہے انہیں دیکھتی ہوں بھابھی کی یہ حالت صرف استاد جی رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی برکت کے اثر سے ہو گئی تھی کئی غیبی باتیں بتا دیا کرتیں لوگ ان سے گم شدہ چیزوں کا پوچھنے کے لئے آتے تھے آہستہ آہستہ یہ معمولات ختم ہوتے گئے اور ایک سال بعد پھر پہلے کی طرح ہو گئیں یہ میری حضرت جیؒ کی زندگی میں آخری ملاقات تھی جو ۷۹ء میں ہوئی اسکے بعد میں کویت چلا گیا وہیں مجھے آپ کے وصال کا علم ہوا اب کویت سے واپس آیا ہوں تو دوبارہ ذکر کی محفل میں شمولیت کر رہا ہوں اور اس نعمت گم گشتہ کو واپس حاصل کرنے کی آرزو اور جستجو ہے

بقیہ: موت وحیات

قربانی دینے کی ضرورت ہے جو میدان عمل میں کوشش کرے گا اسے وہ استعداد دے دونگا کہ جو کچھ تیری زبان حق ترجمان سے صادر ہو گا اس کے لئے اس میں ایک لذت ہو گی خواہ اس پر اس کی جان چلی جائے لیکن اس جان دینے میں بھی وہ لذت ہو گی جس کی نظیر کسی دوسری جگہ مل نہ سکے تو اصل میں موت و حیات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی قوت فراواں ہو جائے تو حیات حاصل ہے حیات دوام جس کے لئے موت نہیں اور یہ نصیب نہ ہو تو آدمی اس بدن کے ساتھ زندہ بھی ہو تو وہ مردہ ہے چلتی پھرتی قبر ہے آج زمین کے اوپر چل رہی ہے کل زمین کے پیٹ میں چلی جائے گی اللہ کریم سے درگزر فرمائے اور حیات کی حقیقی کیفیت اور لذت کی حقیقی کیفیت اور لذت ہمارے نصیب میں کر دیں

(۲۲۔ اگست ۱۹۸۹ء دارالعرفان)

بقیہ: شریعت بل پاس ہوگیا

تسلیم کرتے ہوئے اس کی ہر بات ٹھکرانے کا اہتمام ضروری ہے۔

(۵) ایک ڈاکٹر ایک پروفیسر کے انتخاب کے لیے پبلک سروس کمیشن میں ماہرین فن ممبر درکار ہیں۔ مگر ملک کا نظام چلانے کے لیے کنجروں اور ڈوموں کی رائے کافی ہے۔

(۶) موجودہ سیاسی نظام میں حزبِ اقتدار کے ساتھ حزبِ اختلاف کا وجود ضروری ہے اور حزب اختلاف کے لیے کرنے کا صرف ایک کام ہوتا ہے کہ حزبِ اقتدار سے اقتدار چھینا جائے اور بس۔

(۷) حزب اقتدار کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اپنی کرسی کو بچایا جائے اور جس قدر ممکن ہو اقتدار کو طول دیا جائے۔

یہ ہے سیاسی نظام کا سارا تانا بانا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ؎

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

جو سیاسی نظام عقل کی نفی، اخلاق کا دیوالیہ پن۔ دین سے بیزاری شرافت اور انسانیت کا دشمن ہو۔ اس کو اگر قرآن و سُنّت چھیڑے تو بھلا کون معقول انسان قرآن وسنّت کی بات پر کان دھرے۔ لہٰذا قرآن وسنّت کی بالادستی بھی رہے گی اور قرآن و سنّت کی مخالفت کرنے میں فرق بھی نہیں آنے دیا جائے گا۔

اسی طرح کا ایک بل عہدِ نبوی میں بھی پاس ہوا تھا۔ قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله الخ۔ یعنی اے میرے نبیؐ منافق تیرے پاس آ کے کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسُولؐ ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو واقعی اللہ کا رسُولؐ ہے۔ مگر اللہ یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

یعنی قرآن وسنّت کی بالادستی کی اللہ خود شہادت دیتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ قرآن کی بالادستی کی دفعہ اس بل میں درج کرنے والے جھوٹے ہیں جیسے وہ منافق جھوٹے تھے۔

ضرورت لیکچرارز

• عربی و اسلامیات

تعلیمی قابلیّت : متعلّقہ مضمون میں ایم اے

تنخواہ : گورنمنٹ سکیل کے مطابق

اپنے اسناد کی فوٹو کاپیاں مع دو عدد فوٹو پاسپورٹ سائز درخواست ہمراہ پرنسپل کے نام روانہ کریں۔

پرنسپل :

صقارہ کالج - کالج روڈ - اولیسیہ سوسائٹی ٹاؤن شپ لاہور

فون : ۸۴۴۹۰۹

ضرورت سٹاف

صقارہ اکیڈمی دار العرفان کے لیے مندرجہ ذیل سٹاف کی ضرورت ہے۔

① ٹیچرز : میٹرک کلاسز کے لیے (ا) سائنس (ب) انگلش

② کوالیفائڈ پی ٹی آئی

③ مالی ④ خاکروب ⑤ باورچی ⑥ دفتری۔

تنخواہ گورنمنٹ سکیل کے مطابق۔ زیادہ تجربہ رکھنے کی صورت میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

تمام کوائف اور پاسپورٹ سائز فوٹو کے ساتھ پرنسپل صقارہ اکیڈمی دار العرفان سب آفس نور پور (چکوال) کو روانہ کیجئے۔

اسرار التنزیل

	غیر مجلد	مجلد آرٹ پیپر
جلد اوّل	۱۰۰/-	۱۹۰/-
جلد دوم	۸۰/-	۱۳۰/-
جلد سوم	۷۰/-	۱۳۰/-
جلد چہارم	۸۰/-	۱۳۰/-

منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

اویسیہ کتب خانہ۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ نگرانِ سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اِس مقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمّد اکرم مدظلہٗ
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۳۰ روپے

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255